فہرست

شذرات	اہل دعوت کا مسئلہ	منظور الحسن	۲
قرآنیات	آل عمران (۳: ۵۸۔۶۳)	جاوید احمد غامدی	۵
معارف نبوی	مختلف قبائل اور قوموں کے خصائص	معز امجد	۹
	دعوت کی حکمت	طالب محسن	۱۱
دین و دانش	اخلاقیات (۳)	جاوید احمد غامدی	۱۹
	اسلام اور مصوری ـــــ جاوید احمد غامدی کا نقطۂ نظر (۳)	منظور الحسن	۲۲
نقطۂ نظر	صبر کیا ہے، اسے کیسے حاصل کریں؟ (۵)	ساجد حمید	۶۵

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

منظور الحسن

اہل دعوت کا مسئلہ

ہمارے اہل دعوت کا ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہ دین کو اس کی کامل صورت میں پیش کرنے سے گریزاں ہیں۔ اس کے برعکس وہ اجزاے دین کو اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ عامۃ الناس کسی ایک جز کو مکمل دین تصور کرنے لگتے ہیں۔ان کے طرز عمل کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دعوت، جہاد یا کسی دوسرے جز و دین کو مخصوص زاویۂ نظر کے تناظر میں مرکز و محور بنایا جاتا ہے اور پھر فکر و عمل اور دعوت و تربیت کی تمام سرگرمیاں اس سے وابستہ کر دی جاتی ہیں۔علم و تحقیق کا کام اسی خاص جز کی تفصیل جاننے کے لیے کیا جاتا ہے، تصانیف اسی کی وضاحت کے لیے تالیف ہوتی ہیں، رسائل اسی کے ابلاغ کے لیے جاری ہوتے ہیں، درس گاہیں اسی کی تعلیم کے لیے قائم کی جاتی ہیں، جماعتیں اور تحریکیں اسی کے بارے میں رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے منظّم ہوتی ہیں، غرضیکہ دعوت کے تمام مظاہر اسی جز کی تفصیل کر رہے ہوتے ہیں۔ دین کے باقی اجزا کو اول تو بیان ہی نہیں کیا جاتا اور اگر کبھی ضرورت پیش آ جائے تو اس خاص جز کے لوازم کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

دعوت، دین کا ایک جز ہے، مگر بعض اہل علم نے اسے اس طریقے سے پیش کیا ہے کہ یہ جز دین کے پورے وجود پر حاوی محسوس ہوتا ہے۔ ہر خاص و عام کو کار دعوت کا مکلّف قرار دیا جاتا ہے۔ مگر ہر شخص، ظاہر ہے کہ اس کی صلاحیت اور استطاعت نہیں رکھتا کہ قرآن، سنت، حدیث اور فقہ کے علوم پر دسترس حاصل کر سکے اور انھیں تدریس، تقریر یا تحریر کے پیرائے میں لوگوں کے مختلف طبقات تک پہنچا سکے۔ چنانچہ دین کے مشمولات میں سے چند نکات پر دعوت دین کا عنوان قائم کر کے انھیں ہر کس و ناکس کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ اس صورت حال کی سب سے نمایاں

مثال تبلیغی جماعت کا کام ہے۔ان کی دعوت چھ نکات پر مبنی ہے۔ان میں سے 'تصحیح کلمہ' سے مراد الفاظ کو صحت کے ساتھ زبان سے ادا کرنا ہے، 'تصحیح نماز' سے مراد کلمات نماز کو یاد کرنا ہے، 'تصحیح علم و ذکر' سے مراد فضائل کا مذاکرہ اور کلمات ذکر یاد کرنا ہے، 'تصحیح نیت' سے مراد چھ نکاتی پروگرام کی تبلیغ کے لیے نیت کرنا ہے، 'اکرام مسلم' سے مراد مسلمانوں کے ساتھ عزت واحترام سے پیش آنا ہے اور 'تفریغ وقت' سے مراد متعین ایام کے لیے چھ نکات کی دعوت لے کر لوگوں کے پاس جانا ہے۔ یہ اجزا اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہو سکتے ہیں، مگر انھیں اس طرح پیش کرنا کہ یہ دین کی کلی دعوت قرار پائیں، دین کے لیے فائدے کے بجائے نقصان کا باعث ہوتا ہے۔

بعض علما جہاد کو دین کے اصل پیغام کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ دین کے اس جز کو وہ اس طریقے سے سامنے لاتے ہیں کہ ہر شخص جہاد و قتال ہی کو مکمل دین تصور کرنے لگتا ہے۔ مسلمانوں کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ دین کی بقا اور تبلیغ واشاعت اسی صورت میں ممکن ہے، جب دشمنان اسلام کے خلاف برسرپیکار رہا جائے۔ اس راہ میں اگر دنیوی منزل نہ بھی حاصل ہو، تب بھی یہ خسارے کا سودا نہیں ہے، کیونکہ اخروی منزل تو بہر حال حاصل ہو کر رہے گی۔ اس تناظر میں عام آدمی کو دین پر عمل کرنے کی بہترین صورت یہی نظر آتی ہے کہ وہ تمام معاملات زندگی کو ترک کر کے میدان جہاد کا رخ کرے اور جام شہادت نوش کر کے جنت میں اپنا مقام محفوظ کر لے۔

اس میں شبہ نہیں کہ ان میں سے بعض اسالیب دین میں اپنی اصل ہی کے لحاظ سے بے بنیاد ہیں، مگر اس سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم صرف اس پہلو کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ دین کو اس کے اجزا کے لحاظ سے پیش کرنا اس کی دعوت کے لیے نہایت ضرر رساں ہے۔ اس طرز عمل سے یہ نتائج لازمی طور پر نکلتے ہیں:

اولاً، دین اپنی کامل صورت میں لوگوں کے سامنے نہیں آتا۔

ثانیاً، مسلم اور غیر مسلم، دونوں طبقات کسی خاص جز ہی کے پہلو سے دین سے متعارف ہوتے ہیں۔

ثالثاً، عامۃ الناس کی اکثریت مخصوص اجزاے دین ہی کو دینی اہداف سمجھ کر اختیار کرتی ہے۔

چنانچہ ہم سمجھتے ہیں کہ دین کی دعوت پیش کرتے ہوئے دو امور کو ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ ایک یہ کہ دین کو اپنی کامل صورت میں بحیثیت مجموعی پیش کیا جائے اور دوسرے یہ کہ دین کے ہر جز کو وہی وزن دیا جائے جو خود دین نے اسے دیا ہے۔ زمانی یا مقامی مصالح کا خیال کر کے بعض اجزا کو اس طرح پیش نہ کیا جائے کہ دین کا اپنا قائم کیا ہوا توازن بگڑ جائے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اہل علم ان امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے دین کی دعوت پیش کریں۔ وہ لوگوں پر یہ واضح

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

کریں کہ دین کی حقیقت اللہ کی بندگی ہے اور دینی زندگی سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے انفرادی اور اجتماعی وجود میں فکروعمل کی تمام جہتیں اصلاً بندگی رب کے لیے متعین کرے۔ انھیں بتائیں کہ دین کا مقصود تزکیۂ نفس ہے اور جنت کے انعام کے مستحق وہی لوگ ہیں جو دنیا میں اپنے نفوس کو شیطانی آلایشوں سے پاک رکھنے کے لیے سرگرم عمل رہیں۔ انھیں یہ تعلیم دیں کہ دین محض اذکار اور رسوم کا نام نہیں ہے، بلکہ اس نے شریعت کی صورت میں عبادت، معاشرت، سیاست، معیشت، دعوت، جہاد، حدود و تعزیرات، غرضیکہ ہر شعبۂ زندگی کے لیے بنیادی اصول وقوانین وضع کیے ہیں۔ ان کی پاس داری ضروری ہے اور ان کا انکار دین کے انکار کے مترادف ہے۔ اسی جامع اسلوب میں دین کی دعوت دین و دانش کا تقاضا ہے۔ اہل علم کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ دین کو پوری بصیرت کے ساتھ سمجھیں اور اسے بہ تمام وکمال لوگوں کے سامنے پیش کریں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آل عمران

(۱۳)

(گزشتہ سے پیوستہ)

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ، كَمَثَلِ اٰدَمَ، خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ، ثُمَّ قَالَ لَهٗ: كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ

یہ ہماری آیتیں اور بڑی پر حکمت یاددہانی ہے جو ہم تمھیں سنا رہے ہیں۔[۱۱۴] اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے۔ اللہ نے اُسے مٹی سے بنایا، پھر حکم دیا کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔[۱۱۵] تمھارے پروردگار کی طرف سے یہی حق ہے،[۱۱۶] لہٰذا تم کسی شبہے میں نہ رہو۔[۱۱۷] پھر یہ علم تمھارے پاس آ جانے کے بعد بھی جو اِس معاملے میں تم سے جھگڑیں تو کہہ دو کہ آؤ ہم بھی اپنے بچوں کو بلائیں اور تم بھی اپنے بچوں کو لے آؤ، اور ہم بھی اپنی عورتوں کو

[۱۱۴] یہ خاتمۂ بحث کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف التفات ہے تاکہ مخاطبین جو رویہ اختیار کر رہے ہیں، اس کے مقابل میں آپ کو تسلی دی جائے کہ سیدنا مسیح علیہ السلام کے بارے میں حق وہی ہے جو آپ کو بتایا جا رہا ہے۔ نصاریٰ کے تصنیف کردہ اساطیر اس کے برخلاف محض گمراہی ہیں، ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

[۱۱۵] یعنی آدم علیہ السلام اگر ماں باپ، دونوں کے بغیر پیدا ہو کر معبود نہیں بن گئے تو سیدنا مسیح کو یہ لوگ آخر کیوں معبود بنا بیٹھے ہیں؟

[۱۱۶] اصل الفاظ ہیں: 'الحق من ربك'۔ اس جملے میں مبتدا محذوف ہے۔ یہ اس موقع پر کیا جاتا ہے، جب

الْعِلْمِ فَقُلْ: تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ، وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ، وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ، ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦١﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ، وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ، وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٢﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا، فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٣﴾

بلائیں اور تم بھی اپنی عورتوں کو لے آؤ اور ہم اور تم خود بھی آ جائیں[118]، پھر دعا کریں[119] اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں[120]۔ اِس میں شبہ نہیں کہ یہی سچی بات ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور اللہ ہی عزیز و حکیم ہے[121]۔ پھر وہ اعراض کریں تو (اِن کی ہٹ دھرمی لوگوں پر بھی واضح ہو جائے گی)، اِس لیے کہ اللہ تو اِن فساد کرنے والوں سے واقف ہی ہے۔ ۵۸۔۶۳

مخاطب کی ساری توجہ خبر پر مرکوز کرانا پیش نظر ہو۔

[۱۱۷] اس میں خطاب، بظاہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، لیکن روے سخن، اگر غور کیجیے تو عام مسلمانوں کی طرف ہے کہ انھیں اب اس معاملے میں کوئی شبہ نہیں رہنا چاہیے کہ سیدنا مسیح علیہ السلام سے متعلق اصل حقیقت یہی ہے جو قرآن نے بیان کر دی ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے، وہ سب نصاریٰ کی افسانہ طرازی ہے۔ چنانچہ جملے میں جو عتاب محسوس ہوتا ہے، اس کا تعلق انھی افسانہ طرازی کرنے والوں سے ہے۔

[۱۱۸] یہ جملہ اصل میں جس طرح آیا ہے، اس میں عربی زبان کے اسلوب کے مطابق بعض چیزیں حذف ہو گئی ہیں۔ انھیں ظاہر کر دیا جائے تو پوری بات گویا اس طرح ہے: 'ندع نحن ابناء نا وانتم ابنائکم، و نحضر نحن انفسنا وانتم انفسکم، ثم نبتهل نحن وانتم'۔ ہم نے ترجمے میں انھیں کھول دیا ہے۔

[۱۱۹] اصل میں لفظ 'نبتهل' آیا ہے۔ اس کے معنی دعا اور تضرع کے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ترک کا جو مفہوم اس میں پایا جاتا ہے، اس وجہ سے یہ ایک دوسرے پر لعنت کی بد دعا کے لیے معروف ہو گیا ہے۔

[۱۲۰] اس طرح کی بد دعا سے حق و باطل کے فیصلے کا چیلنج وہی دے سکتا ہے جسے اپنے موقف کی صحت و صداقت کا پورا یقین ہو۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ چیلنج نصاریٰ کو اسی اذعان کے ساتھ دیا گیا، مگر تاریخ سے ثابت ہے کہ انھوں نے اسے قبول کرنے کی جرأت نہیں کی جس سے یہ بات آخری درجے میں واضح ہو گئی کہ وہ خود بھی اپنے موقف کو صحیح نہیں سمجھتے تھے، بلکہ محض بات کی پچ اور اپنی ہٹ دھرمی کی آن قائم

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

رکھنے کے لیے اس پر اڑے ہوئے تھے۔

[۱۲۱] یعنی الوہیت صرف اللہ ہی کو سزاوار ہے۔ اس میں مسیح کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ ان کا جو درجہ و مرتبہ بھی ہے، اللہ کے ایک بندے اور اس کے رسول کی حیثیت سے ہے۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

معز امجد

مختلف قبائل اور قوموں کے خصائص

رُوی[1] أنه قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم : الملك[2] فی قریش، والقضاء فی الأنصار، والأذان فی الحبشة والأمانة فی الأزد یعنی الیمن[3].

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

''روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حکمرانی (کے خصائص) قریش میں، قانونی فیصلے کرنے (کی خوبیاں) انصار[1] میں، اذان (کا حسن) حبشہ (کے لوگوں) میں، جبکہ امانت داری (کا وصف) ازد یعنی یمن (کے رہنے والوں) میں ہے[2]۔''

ترجمے کے حواشی

۱۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ساتھی جو مدینہ کے رہنے والے تھے۔

۲۔ اس روایت میں مختلف قبائل اور قوموں کے نمایاں خصائص کا ذکر کیا گیا ہے۔ مختلف قوموں کے مختلف خصائص دراصل ان کے مختلف سیاسی وسماجی حالات کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ عموماً کسی قوم میں جو قدریں اجتماعی سطح پر پروان چڑھتی ہیں، اس کے افراد انھی کا وصف اپنے اندر پیدا کر لیتے ہیں اور پھر وہی قدریں اس قوم کی شناخت بن

جاتی ہیں۔

متن کے حواشی

۱۔ یہ روایت بعض اختلافات کے ساتھ درج ذیل مقامات پر نقل ہوئی ہے:

ترمذی، رقم ۳۹۳۶۔ احمد بن حنبل، رقم ۸۷۴۶، ۱۷۶۹۰۔ ابن ابی شیبہ، رقم ۳۲۳۹۵۔ مسند الشامیین، رقم ۱۶۲۶، ۱۹۰۹۔ معجم الکبیر، رقم ۲۹۸۔

۲۔ احمد بن حنبل، رقم ۱۷۶۹۰ میں 'الملك' (حکمرانی) کی جگہ 'الخلافة' (امارت) کا لفظ، 'القضاء' (فیصلے کرنا) کی جگہ 'الحکم' (فیصلے کرنا) کا لفظ، 'الأذان' (نماز کے لیے بلانا) کی جگہ 'الدعوة' (پکار) کا لفظ نقل ہوا ہے، جبکہ ابن ابی شیبہ، رقم ۳۲۳۹۵ میں 'الأمانة' (امانت) کے بجائے 'السرعة' (تیزی) کا لفظ روایت ہوا ہے۔

۳۔ احمد بن حنبل، رقم ۱۷۶۹۰ میں 'والهجرة في المسلمين والمهاجرين بعد' (جبکہ ہجرت مسلمانوں میں اب کے بعد بھی رہے گی اور مہاجرین بھی) کے الفاظ، جبکہ معجم الکبیر، رقم ۲۹۸ میں 'والجهاد والهجرة في المسلمين والمهاجرين بعد' (جبکہ جہاد اور ہجرت مسلمانوں میں اب کے بعد بھی رہیں گے اور مہاجرین بھی) کے الفاظ بھی روایت ہوئے ہیں۔

تخریج: محمد اسلم نجمی

کوکب شہزاد

ترجمہ و ترتیب: اظہار احمد

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

طالب محسن

دعوت کی حکمت

عن معاذ رضی اللّٰہ عنہ بعثنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم. قال: تاتی قوما من اھل الکتاب. فادعھم الی شھادۃ ان لا الہ الا اللّٰہ وانی رسول اللّٰہ. فان اطاعوا لذلک. فاعلمھم ان اللّٰہ افترض علیھم خمس صلوات فی کل یوم ولیلۃ . فان ھم اطاعوا لذلک فاعلمھم ان اللّٰہ افترض علیھم صدقۃ، تؤخذ من اغنیائھم فترد فی فقرائھم. فان ھم اطاعوا لذلک، فایاک وکرائم اموالھم. واتق دعوۃ المظلوم، فانہ لیس بینھا وبین اللّٰہ حجاب.

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

''حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یمن بھیجا تو فرمایا: تم اہل کتاب کے ایک گروہ کے پاس جا رہے ہو۔ لہٰذا انھیں اس بات کی دعوت دینا کہ وہ اس بات کا برملا اقرار کریں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر وہ یہ بات مان لیں تو انھیں آگاہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ یہ بات

مان لیں تو انھیں آ گاہ کرنا کہ اللہ نے ان پر ایک صدقہ واجب کیا ہے جو ان کے مال داروں سے لیا جائے گا پھر ان کے ضرورت مندوں کو لوٹا دیا جائے گا۔ اگر وہ یہ بات مان لیں تو ان کے بہترین مال کو لینے سے بچنا۔ مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ اس کی بددعا اور اللہ کے مابین کوئی روک نہیں ہے۔''

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنه ان النبی صلی اللّٰہ علیه و سلم بعث معاذا الی الیمن . فقال انك ستاتی قوما بمثل حدیث و کیع.

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو یمن کی طرف بھیجا تو ان سے کہا: تم ایک قوم کی طرف جا رہے ہو۔ باقی تفصیل (اوپر درج) حدیث وکیع کے مطابق ہے۔''

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنه ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم لما بعث معاذا الی الیمن. قال انك تقدم علی قوم اهل کتاب فلیکن اول ما تدعوهم الیه عبادة اللّٰہ عزوجل. فاذا عرفوا اللّٰہ فاخبرهم ان اللّٰہ فرض علیهم خمس صلوات فی یومهم ولیلتهم. فاذا فعلوا فاخبرهم ان اللّٰہ قد فرض علیهم زکاة تؤخذ من اغنیائهم فترد علی فقرائهم . فاذا اطاعوا بها فخذ منهم. وتوق کرائم اموالهم.

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ کو یمن بھیجا تو فرمایا: تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جا رہے ہو۔ چنانچہ ہونا یہ چاہیے کہ ان کو تمھاری پہلی دعوت اللہ کی بندگی کی ہو۔ جب وہ یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں تو انھیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ہر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ یہ کرنے لگیں تو انھیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو تمھارے اغنیا سے لی جائے گی پھر تمھارے ضرورت مندوں کو لوٹا دی جائے گی۔ جب وہ تمھاری یہ بات

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

مان لیں تو ان سے زکوٰۃ وصول کرو اور ان کے بہترین مال کو لینے سے بچو۔''

لغوی مباحث

کرائم اموالھم: 'کرائم' 'کریمۃ' کی جمع ہے۔'کریمۃ' اس شے یا شخص کے لیے آتا ہے جو اعلیٰ صفات سے متصف ہو۔کہا جاتا ہے: 'فلان کریمۃ قومہ'، فلاں اپنی قوم کا بہترین آدمی ہے۔اسی طرح جانوروں میں کریمہ اسے کہتے ہیں جو دودھ، گوشت اور خوب صورتی وغیرہ کے پہلو سے بہترین ہو۔ یہاں یہ اموال کی صفت ہے جو مضاف ہو کر آئی ہے۔اموال کا لفظ یہاں جانوروں کے لیے آیا ہے۔ چنانچہ اس سے بہترین جانور مراد ہیں۔

حجاب: حجاب کا لفظ پردے اور رکاوٹ کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں یہ دوسرے معنی میں آیا ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مظلوم کی دعا فوراً سن لیتے ہیں۔

معنی

امام مسلم نے اس روایت پر ''اسلام کی شریعت اور شہادتین کی طرف دعوت'' کا عنوان باندھا ہے۔ گویا ان کے نزدیک اس روایت کا اصل مضمون دعوت دین میں ترتیب سے متعلق ہے۔امام بخاری نے اسے ''صدقہ اغنیا سے لیا جاتا اور فقرا کو دیا جاتا ہے''، ''وجوب زکوٰۃ'' اور ''لوگوں سے اچھا مال زکوٰۃ میں نہیں لیا جائے گا'' کے عنوانات کے تحت نقل کیا ہے۔ دوسرے محدثین نے بھی اس سے ملتے جلتے عنوانات قائم کیے ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت میں کئی نکات مضمر ہیں۔

اس روایت کا سب سے اہم اور بنیادی پہلو وہی ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اس کے عنوان سے واضح کیا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ایک ایسے علاقے میں بھیجا جا رہا تھا جس میں ان کا واسطہ غیر مسلموں سے پڑنے والا تھا۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ان سے معاملہ کرنے کے لیے ضروری رہنمائی دی۔ یہ رہنمائی ایک اصول پر مبنی ہے۔ وہ اصول یہ ہے کہ دین قبول کرانے کے معاملے میں تدریج کا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔سب سے پہلے ایمان کی دعوت دی جائے گی۔ جب ایمان یعنی توحید اور رسالت کے عقائد کی اصلاح ہو جائے گی۔اس کے بعد نماز اور زکوٰۃ کے احکام کی تعمیل کا مطالبہ کیا جائے گا۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تدریج کا طریقہ ضرور اختیار کیا تھا۔اب دین مکمل ہونے کے بعد ہمارے لیے لازم ہے کہ سارے کے سارے دین کو بیک وقت نافذ کریں اور مسلمان ہونے والوں سے روز اول ہی سے سارے دین کی تعمیل کا مطالبہ کریں۔استاد گرامی جناب جاوید احمد غامدی نے اس روایت کا درس دیتے ہوئے یہ

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

واضح کیا کہ یہ دلیل درست نہیں ہے۔ شراب کی مثال دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ بے شک، اس کی حرمت مدینے میں آنے کے بھی بہت بعد نافذ کی گئی، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ شراب کسی زمانے میں حلال بھی تھی۔ قرآن مجید نے اسے نجس قرار دیا ہے اور کوئی نجس چیز خدا کے دین میں کسی بھی مرحلے میں حلال نہیں ہوسکتی۔ اصل یہ ہے کہ دین میں ایک تدریج ہے جو ہمیشہ ملحوظ رہنی چاہیے۔

روایت کے اس حصے کے حوالے سے کچھ ضمنی مباحث بھی کتب شروح میں اٹھائے گئے ہیں۔ ایک سوال یہ ہے کہ اس میں اہل کتاب کا ذکر کیوں کیا گیا ہے، جبکہ یمن میں دوسرے غیر مسلم بھی موجود تھے۔ شارحین نے اس کی وضاحت یہ کی ہے کہ یمن میں غالب آبادی اہل کتاب کی تھی۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھی کا ذکر کیا تاکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ذہنی طور پر تیار ہو جائیں کہ ان کا واسطہ کس گروہ سے پڑنے والا ہے اور انھیں کس نوع کے سوالات یا اعتراضات سے نمٹنا ہوگا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ نماز اور زکوٰۃ میں ترتیب مطالبے میں ترتیب پر دلالت کرتی ہے یا نہیں۔ اس روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھی امور کا ذکر کیا ہے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ (آیت ۵، ۱۱) میں ایک غیر مسلم سے مسلمان بننے کے تقاضے کی حیثیت سے کیا ہے۔ استاذ گرامی کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے وہ مطالبات متعین کر دیے ہیں جو اسلامی ریاست کے فرماں روا مسلمان شہریوں سے ریاست کی سطح پر کریں گے۔ (میزان، ص ۱۰۷) ان آیات سے یہ بالکل واضح ہے کہ نماز اور زکوٰۃ میں مطلوب ہونے کی حیثیت سے کوئی فرق نہیں ہے۔ اس روایت میں ترتیب محض بیان کی ضرورت سے پیدا ہوئی ہے۔ شارحین نے اگرچہ سورۂ توبہ کی ان آیات سے مطابقت کا ذکر نہیں کیا، لیکن ان کی اکثریت بھی ترتیب کو اسی معنی میں لیتی ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے باقی اوامر ونواہی کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ عام طور پر شارحین نے اسے راویوں کے اختصار پر محمول کیا ہے۔ یا اسے ایک اصولی بات قرار دیا ہے یعنی مدعو کو اہم فالاہم کے اصول پر دین کے تمام اوامر ونواہی سے آگاہ کیا جائے گا۔ اگر سورۂ توبہ کی محولہ آیات کی روشنی میں اس روایت کو سمجھا جائے تو ایمان اور نماز اور زکوٰۃ تک تحدید ضروری ہے۔ حضرت معاذ ایک سرکاری عہدے دار کی حیثیت سے جب دین کے مطالبات بیان کریں گے تو وہ یہی تین ہیں۔ دین کے باقی اوامر ونواہی داعیانہ ترغیب وترہیب ہی سے مدعو کے دل میں اتارے جائیں گے۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ دعوت کے بغیر قتال کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اس سوال کی وجہ یہ ہے کہ یمن میں موجود لوگوں کو تو

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

دعوت دینے اور اگر وہ مان لیں تو دین نافذ کرنے کی ہدایت دی جارہی ہے۔لیکن بعض قبائل پر ان کی بے خبری میں حملہ کیا گیا اور ان کے لوگوں کو مار دیا گیا۔شارحین نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ جن لوگوں کو دین کی دعوت نہیں پہنچی تھی ان کو پہلے دعوت دینے کی ہدایت کی گئی ہے ۔ وہ قبائل جنھیں دعوت پہنچ چکی تھی ، انھیں نئے سرے سے دعوت دینے کی ضرورت نہیں تھی ۔ یہ ایک معقول بات ہے، لیکن اس کا صورت معاملہ سے کوئی تعلق نہیں۔سورۂ توبہ ہی سے واضح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخاطب قوم یعنی بنی اسماعیل پر سزاے موت نافذ کی گئی تھی اور ان کے لیے جان بچانے کی ایک ہی صورت تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔جن قبائل پر اس نوعیت کے حملے کیے گئے ، ان کا تعلق بنی اسماعیل سے تھا اور حج میں اعلان کر کے انھیں بتا دیا گیا تھا کہ مہلت گزرنے کے بعد وہ جہاں بھی پائے جائیں گے ، انھیں مار دیا جائے گا۔ یہود و نصاریٰ کے لیے ماتحت ہو کر رہنے اور جزیہ دینے کی سزا تھی ۔لہٰذا ان کے خلاف دین قبول کرانے کے لیے قتال کسی طرح بھی جائز نہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ اس روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قتال کی کوئی بات نہیں کی۔

پانچواں سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دل سے مسلمان ہو جائے اور اس کا اعلان نہ کرے تو کیا اسے مسلمان مان لیا جائے گا۔اس روایت میں شہادتین کا مطالبہ کرنے اور اس کے بعد نماز و زکوٰۃ کا تقاضا کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اس سے یہ نکتہ اخذ کیا گیا ہے کہ جب تک کوئی شخص اپنے توحید اور رسالت محمدی پر ایمان کا باقاعدہ اعلان نہ کرے، اسے مسلمان نہیں سمجھا جائے گا۔جس جملے سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ اسے بولتے ہوئے متکلم کا منشا یہ نہیں تھا۔لہٰذا اس سے یہ استنباط درست نہیں ہے۔البتہ یہ بات اپنی جگہ پر درست ہے کہ ایک مسلمان کو اپنے ایمان و یقین کا برملا اقرار کرنا چاہیے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

چھٹا سوال یہ ہے کہ اس روایت کے مطابق کفار شریعت کے اس وقت مخاطب بنیں گے جب وہ ایمان قبول کر لیں۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہیے کہ اسلامی ریاست کے کفار شہری شریعت پر عمل نہ کرنے پر ماخوذ نہیں ہوں گے۔ کچھ شارحین کے ہاں اس کا جواب اثبات میں اور کچھ شارحین کے ہاں نفی میں ہے۔بعض شارحین کے نزدیک دنیا میں تو ان کفار سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا ، لیکن آخرت میں وہ اس پر ماخوذ ہوں گے۔ اصل یہ ہے کہ اسلامی شریعت کے کچھ احکامات کا تعلق صرف مسلمانوں کے ساتھ ہے۔لیکن اسلامی شریعت کے وہ احکام جو افراد کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت اور ریاست کے قیام و استحکام کے لیے دیے گئے ہیں ، ان کا تعلق اس کے سارے شہریوں سے ہے۔ان کے معاملے میں غیر مسلموں پر بھی وہی سزائیں نافذ ہوں گی جو مسلمانوں پر نافذ کی جائیں گی۔

اس روایت میں بصراحت پانچ نمازوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ احناف وتر کے وجوب کے قائل ہیں۔ چنانچہ ان کی رائے کے رد میں اس روایت کو بھی پیش کیا جاتا ہے۔ یہ بات قرآن مجید ہی سے واضح ہے کہ وتر یعنی نماز تہجد صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لازمی تھی۔ باقی مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ایک نفلی عبادت کی حیثیت سے یہ نماز پڑھتے ہیں۔ چنانچہ وتر کے عدم وجوب کی بحث کا اس روایت سے استشہاد تحصیل حاصل ہے۔

اس روایت کے ایک متن میں 'فإذا عرفوا اللّٰہ' کے الفاظ آئے ہیں۔ اس سے یہ نکتہ اخذ کیا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کو اللہ کی صحیح معرفت حاصل نہیں تھی۔ نووی رحمہ اللہ نے قاضی عیاض کے حوالے سے ان غلطیوں کو بیان کیا ہے جو ان میں پائی جاتی ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ اہل کتاب اس معاملے میں غلطیوں میں مبتلا تھے۔ لیکن یہ انھی کا خصوص نہیں خود مسلمانوں کے مختلف گروہ بھی ان سے ملتی جلتی غلطیوں میں مبتلا ہیں۔ لہٰذا یہود و نصاریٰ کے بارے میں علی الاطلاق معرفت کی نفی تجاوز ہے۔ مزید برآں یہ طے کرنا ناممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل الفاظ کیا تھے۔ لہٰذا روایت کے الفاظ سے اتنا بڑا نتیجہ اخذ کرنا موزوں نہیں۔

اس روایت کا دوسرا حصہ زکوٰۃ سے متعلق ہے۔ اس حصے سے کچھ فقہی آرا مستنبط ہیں۔ ایک رائے یہ ہے کہ زکوٰۃ نہ کافر سے لی جائے اور نہ اسے دی جائے گی۔ اس رائے کا پہلا حصہ سمجھ میں آتا ہے۔ قرآن مجید سے بالکل واضح ہے کہ یہ ایک عبادت ہے۔ استاد محترم نے اپنی کتاب قانون عبادات میں اس بات کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ (دیکھیے ص ۱۰۹) لہٰذا یہ عبادت صرف مسلمان ہی کریں گے اور سورۂ توبہ سے واضح ہے کہ ریاست اس کی تعمیل کا تقاضا بھی صرف مسلمانوں سے کرے گی۔ لیکن یہ بات کہ زکوٰۃ کی رقم صرف مسلمانوں ہی پر صرف کی جائے گی، محل نظر ہے۔ اس روایت سے یہ استنباط درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ روایت اسلوب بیان ہی سے واضح ہے کہ زکوٰۃ کے بارے میں کوئی قانونی بیان نہیں ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ایک رائے یہ ہے کہ زکوٰۃ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل نہیں کی جائے گی، اسی علاقے کے غربا میں تقسیم کر دی جائے گی۔ اسی طرح ایک رائے یہ ہے کہ غنی کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔ ایک استنباط یہ ہے کہ بچے سے بھی زکوٰۃ لی جائے گی۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے یہ روایت ان استدلالات کا موزوں محل نہیں ہے۔ استاد محترم کی رائے یہ ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف جس طرح قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں، اس سے بالکل واضح ہے کہ یہ رقوم ریاست کے تمام امور چلانے میں استعمال کی جائیں گی۔ اسی طرح قرآن مجید نے اسلامی ریاست کو خرچ کرنے کی ترجیحات قائم کرنے میں بھی کسی خاص طریق کار کا پابند نہیں کیا۔ یہی بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے عملی اقدامات سے

معلوم ہوتی ہے۔اصل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت معاذ کو یہ ہدایات اسلامی ریاست کے مزاج کی آئینہ دار تو ضرور ہیں اور انھیں ہر حاکم کو گرہ میں باندھ لینا چاہیے، لیکن ان سے قانون کا استنباط کسی طرح مناسب نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات کہ زکوٰۃ امرا سے لے کر غربا کو دے دی جائے گی، ریاست کے کارپردازان کی طرف سے اس بات کا اعلان ہے کہ وہ لوگوں کا مال غصب کرنے والے نہیں ہیں، بلکہ ریاست اپنے شہریوں سے جو کچھ لے گی، وہ شہریوں ہی کی فلاح میں خرچ کر دیا جائے گا۔

روایت کے اس حصے میں اگرچہ مخاطب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہیں، لیکن ان کی وساطت سے اس کے مخاطب تمام ارباب حل وعقد ہیں۔ ارباب حل وعقد کو متنبہ رہنا چاہیے کہ وہ اگر رعایا پر ظلم کریں گے تو وہ اپنے ظلم کی پاداش سے بچ نہیں سکیں گے۔ مظلوم کی صدا کے لیے ارباب حل وعقد تو اپنے دروازے بند کر سکتے ہیں، لیکن خدا کی بارگاہ میں ان کی شنوائی میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہے۔ اس زمانے میں اجناس اور جانوروں کی صورت میں زکوٰۃ لی جاتی تھی۔ چنانچہ آپ نے نصیحت فرمائی کہ بہترین مال پر ہاتھ نہ ڈالا جائے۔ بلکہ زکوٰۃ دینے والے کے سارے مال کی نوعیت کے پیش نظر موزوں مال بطور زکوٰۃ وصول کیا جائے۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو انھیں ذہن میں رکھنا چاہیے کہ مظلوم کا استغاثہ کائنات کے پروردگار، اللہ تعالیٰ براہ راست سنتے ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اس بات کے تعین میں کچھ اختلاف ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کس سال یمن بھیجے گئے تھے۔ بخاری نے کتاب المغازی میں تصریح کی ہے کہ یہ واقعہ ۱۰ ہجری کو حج سے پہلے کا ہے۔ واقدی نے ۹ ہجری تبوک سے واپسی کے بعد کا واقعہ قرار دیا ہے۔ ابن سعد کے نزدیک حضرت معاذ ۱۰ ہجری ربیع الآخر میں بھیجے گئے۔ البتہ اس بات پر مورخین کا اتفاق ہے کہ یہ یمن میں حضرت ابوبکر کے دور تک رہے۔ پھر انھیں شام بھیج دیا گیا اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔ اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ آپ والی کی حیثیت سے بھیجے گئے تھے یا قاضی کی حیثیت سے۔ دراں حالیکہ اس روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات ہی سے واضح ہے کہ آپ کی حیثیت والی کی تھی۔

سیرت کے حوالے سے بھی اس روایت میں قابل توجہ نکات بیان ہوئے ہیں۔ یہ بات تو واضح ہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مختلف علاقے زیر کمان آئے تو صحابہ کو ان کا نظام چلانے کے لیے بھیجا۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک فاتح حکمران ہونے کے باوجود کس طرح عدل پسند ہیں اور اپنے عمال کو بھی اسی کی تلقین کرتے ہیں۔ دوسری نمایاں بات یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو جب ایسے علاقے میں بھیجا جہاں ان کا واسطہ غیر مسلموں سے پڑنے والا تھا تو آپ نے ان کو دعوت کی ذمہ داری بھی دی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ

مسلمان حکمران جہاں اپنی رعایا کے امن وامان کا ذمہ دار ہے وہیں اس کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ ان کے حق پر قائم رکھنے اور حق کی طرف بلانے میں بھی اپنا کردار ادا کرے۔

متون

مسلم میں یہ روایت دو اسلوبوں میں نقل ہوئی ہے۔ ایک میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ متکلم کے صیغے میں نقل ہوا ہے اور دوسرے میں غائب کے صیغے میں۔ زیادہ تر محدثین نے دوسرے اسلوب کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ چنانچہ متن کے اختلافات زیادہ تر دوسرے متن ہی سے متعلق ہیں۔ کچھ فرق لفظی ہیں۔ مثلاً 'تقدم' کے بجائے 'تأتی' یا 'ستأتی' کا آنا، 'عرفوا' کی جگہ 'اطاعوا' یا 'فعلوا' کا آنا، 'فرض' کے بدلے میں 'افترض' کا ہونا، 'زکاۃ' کے لیے 'صدقۃ' کا لفظ استعمال ہونا اور 'یومھم ولیلتھم' کے بجائے 'فی کل یوم ولیلۃ' کا اسلوب وغیرہ۔ اسی طرح کچھ روایات میں کچھ اجزا نقل نہیں ہوئے۔ مثلاً مسلم نے اس دوسرے اسلوب کے متن میں دعوت مظلوم والا جملہ نقل نہیں کیا، جبکہ بعض متون میں یہ نقل ہوا ہے۔ اسی طرح بعض روایات میں 'توخذ من اغنیائھم' والا حصہ بیان نہیں کیا گیا۔ مسلم کی روایت میں 'فلیکن أول ما تدعوھم الیہ عبادۃ اللّٰہ' کے جملے میں آغاز دعوت کو بیان کیا گیا ہے۔ دوسری روایات میں یہی بات پورے کلمۂ شہادت کی صورت میں مذکور ہے۔

اس روایت کے بارے میں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ حضرت معاذ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین محض یہی بات نہیں ہوئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو دینی اور اجتماعی امور کی تفصیلی ہدایات دی ہوں گی۔ کتب حدیث میں اسی موقع کا ایک اور مکالمہ بھی موجود ہے جس میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے قائم کرنے کے طریقے کو بیان کیا ہے۔

کتابیات

بخاری، رقم ۱۳۸۹، ۱۴۲۵، ۴۰۹۰۔ ابوداؤد، رقم ۱۵۸۴۔ ترمذی، رقم ۶۲۵۔ نسائی، رقم ۲۴۳۵۔ ابن ماجہ، رقم ۱۷۸۳۔ احمد، رقم ۲۰۷۱۔ ابن حبان، رقم ۱۵۶، ۲۴۱۹، ۵۰۸۱۔ ابن خزیمہ، رقم ۲۲۷۵۔ بیہقی، رقم ۷۰۶۸، ۱۲۸۹۱، ۱۲۹۰۷، ۱۲۹۱۵۔ مسند الحارث، رقم ۴۳۶۔ عبدالرزاق، رقم ۹۴۲۰۔ ابن ابی شیبہ، رقم ۹۸۳۱۔

جاوید احمد غامدی

اخلاقیات

(۳)

گزشتہ سے پیوستہ

اصل الاصول

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ، وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى، وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ، يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ. (النحل ۱۶: ۹۰)

''اللہ تمھیں عدل اور احسان اور قرابت مندوں کو دیتے رہنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برائی اور سرکشی سے روکتا ہے۔ وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاددہانی حاصل کرو۔''

یہ اس باب میں قرآن کی ہدایت کا بنیادی اصول ہے۔ انسان کی فطرت جن فضائل اخلاق کو پانے اور جن رذائل سے بچنے کا تقاضا کرتی ہے، ان کی بنیادیں اس میں واضح کر دی گئی ہیں۔ خیر و شر کے یہ اصول بالکل فطری ہیں، لہٰذا خدا کے دین میں بھی ہمیشہ مسلم رہے ہیں۔ تورات کے احکام عشرہ انھی پر مبنی ہیں اور قرآن نے بھی اپنے تمام اخلاقی احکام میں انھی کی تفصیل کی ہے۔

ہم یہاں ان کی وضاحت کریں گے۔

پہلی چیز جس کا آیت میں حکم دیا گیا ہے، عدل ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس کا جو حق واجب کسی پر عائد ہوتا ہے، اسے بے کم و کاست اور بے لاگ طریقے سے ادا کر دیا جائے، خواہ صاحب حق کمزور ہو یا طاقت ور اور خواہ ہم اسے پسند کریں یا ناپسند۔ چنانچہ فرمایا ہے:

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

يٰٓـاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا، كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ بِا لۡقِسۡطِ شُهَـدَآءَ لِلّٰـهِ، وَلَـوۡ عَـلٰٓـى اَنۡفُسِكُمۡ اَوِ الۡـوَالِـدَيۡـنِ وَالۡاَقۡـرَبِيۡـنَ، اِنۡ يَّـكُنۡ غَنِيًّـا اَوۡ فَـقِيۡرًا، فَاللّٰهُ اَوۡلٰى بِهِمَا، فَلَا تَتَّبِعُوا الۡهَوٰٓى اَنۡ تَـعۡـدِلُوۡا، وَاِنۡ تَلۡوٗۤا اَوۡ تُعۡرِضُوۡا، فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا. (النساء۴:۱۳۵)

''ایمان والو، انصاف پر قائم رہنے والے بنو، اللہ کے لیے اس کی شہادت دیتے ہوئے، اگرچہ اس کی زد خود تمھاری ذات، تمھارے والدین اور تمھارے اقربا ہی پر پڑے۔ کوئی امیر ہو یا غریب، اللہ ہی دونوں کے لیے احق ہے۔ اس لیے تم خواہش نفس کی پیروی نہ کرو کہ حق سے ہٹ جاؤ اور اگر اسے بگاڑو گے یا اعراض کرو گے تو یاد رکھو اللہ تمھارے ہر عمل سے باخبر ہے۔''

يٰٓـاَيُّهَـا الَّـذِيۡـنَ اٰمَـنُـوۡا، كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ لِلّٰهِ، شُهَـدَآءَ بِـالۡـقِسۡـطِ، وَلَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَاٰنُ قَـوۡمٍ عَـلٰٓـى اَلَّا تَـعۡـدِلُوۡا، اِعۡدِلُوۡا هُوَ اَقۡرَبُ لِـلتَّـقۡـوٰى وَاتَّـقُـوا الـلّٰهَ، اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ. (المائدہ۵:۸)

''ایمان والو، عدل پر قائم رہنے والو بنو، اللہ کے لیے اس کی شہادت دیتے ہوئے، اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں اس طرح نہ ابھارے کہ تم عدل سے پھر جاؤ۔ عدل کرو، یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک، اللہ تمھارے ہر عمل سے باخبر ہے۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

دوسری چیز احسان ہے۔ یہ عدل سے زائد ایک چیز اور تمام اخلاقیات کا جمال و کمال ہے۔ اس سے مراد صرف یہ نہیں کہ حق ادا کر دیا جائے، بلکہ مزید براں یہ بھی ہے کہ ہم دوسروں سے باہمی مراعات اور فیاضی کا رویہ اختیار کریں۔ ان کے حق سے انھیں کچھ زیادہ دیں اور خود اپنے حق سے کچھ کم پر راضی ہو جائیں۔ یہی وہ چیز ہے جس سے معاشرے میں محبت و مودت، ایثار و اخلاص، شکر گزاری، عالی ظرفی اور خیر خواہی کی قدریں نشوونما پاتی اور زندگی میں لطف و حلاوت پیدا کرتی ہیں۔

تیسری چیز قرابت مندوں کے لیے انفاق ہے۔ یہ احسان ہی کی ایک نہایت اہم فرع ہے اور اس کی ایک خاص صورت متعین کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرابت مند صرف اسی کے حق دار نہیں ہیں کہ ان کے ساتھ عدل و احسان کا رویہ اختیار کیا جائے، بلکہ اس کے بھی حق دار ہیں کہ لوگ اپنے مال پر ان کا حق تسلیم کریں، انھیں کسی حال میں بھوکا ننگا نہ چھوڑیں اور اپنے بال بچوں کے ساتھ ان کی ضرورتیں بھی جس حد تک ممکن ہو، فیاضی کے ساتھ پوری کرنے کی کوشش کریں۔

ان کے مقابلے میں بھی تین ہی چیزیں ہیں جن سے اس آیت میں روکا گیا ہے۔

پہلی چیز 'فحشاء' ہے۔ اس سے مراد زنا، لواطت اور ان کے متعلقات ہیں۔

دوسری چیز 'منکر' ہے۔ یہ معروف کا ضد ہے۔ یعنی وہ برائیاں جنھیں انسان بالعموم برا جانتے ہیں، ہمیشہ سے برا کہتے رہے ہیں اور جن کی برائی ایسی کھلی ہوئی ہے کہ اس کے لیے کسی استدلال کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مذہب و ملت اور تہذیب و تمدن کی ہر اچھی روایت میں انھیں برا ہی سمجھا جاتا ہے۔ قرآن نے ایک دوسرے مقام پر اس کی جگہ 'اثم' کا لفظ استعمال کر کے واضح کر دیا ہے کہ اس سے مراد یہاں وہ کام ہیں جن سے دوسروں کے حقوق تلف ہوتے ہوں۔

تیسری چیز 'بغی' ہے۔ اس کے معنی سرکشی اور تعدی کے ہیں۔ یعنی آدمی اپنی قوت، طاقت اور زور و اثر سے ناجائز فائدہ اٹھائے، حدود سے تجاوز کرے اور دوسروں کے حقوق پر، خواہ وہ حقوق خالق کے ہوں یا مخلوق کے، دست درازی کرنے کی کوشش کرے۔

ارشاد فرمایا ہے:

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ، مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ، وَالْاِثْمَ، وَالْبَغْیَ بِغَيْرِ الْحَقِّ. (الاعراف ۷: ۳۳)

''ان سے کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو بے حیائی کو ـــــ خواہ وہ کھلی ہو یا چھپی ـــــ اور حق تلفی اور ناحق زیادتی ہی کو ممنوع قرار دیا ہے۔''

[باقی]

---

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

منظور الحسن

اسلام اور مصوری

جاوید احمد غامدی کا نقطۂ نظر

(۳)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

احادیث اور مصوری کی شناعت

قرآن مجید اور بائیبل کی طرح احادیث میں بھی مصوری کی شناعت شرک ہی کے پہلو سے بیان ہوئی ہے۔ان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکانہ مراسم سے وابستہ مجسموں اور تصویروں کو شنیع قرار دیا، انھیں گھروں میں آویزاں کرنے اور اللہ کی عبادت گاہوں میں رکھنے سے منع فرمایا اور ان کے بنانے والے مصوروں کو اخروی عذاب سے خبردار کیا۔حدیث کی کتابوں میں ان موضوعات پر کثرت سے روایتیں نقل ہوئی ہیں۔ ان روایتوں میں تماثیل کی شناعت تو نہایت صراحت سے بیان ہوئی ہے، مگر اس کا مشرکانہ عوارض سے تعلق مذکور نہیں ہے۔ اس وجہ سے بادی النظر میں یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ یہ روایتیں مصوری کو علی الاطلاق شنیع قرار دے رہی ہیں، مگر اس موضوع کی تمام روایتوں کو سامنے رکھنے سے یہ حقیقت بادنیٰ تامل واضح ہو جاتی ہے کہ ان میں تماثیل و تصاویر کی نہیں، بلکہ سرتا سر مشرکانہ مراسم کی شناعت بیان ہوئی ہے۔شرک

کی علت کے ان میں مذکور نہ ہونے کا سبب ہمارے نزدیک تماثیل اور شرک کے باہمی تعلق کا معلوم ومعروف ہونا ہے۔ تاریخی مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانے میں شرک اور مصوری بہت حد تک لازم وملزوم کی حیثیت اختیار کر گئے تھے اور تماثیل کا مظاہر شرک سے متعلق ہونا ہر شخص پر آشکار تھا۔

ذیل میں مصوری کی شناعت کے موضوع پر نمائندہ احادیث نقل کی گئی ہیں اور دیگر روایات، عربی لغات اور تاریخی ماخذ کی روشنی میں ان کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان تمام روایتوں میں تماثیل کی شناعت شرک ہی کے پہلو سے بیان ہوئی ہے۔ اس اعتبار سے ان کی نوعیت ایک ہی سلسلۂ بیان کے متصل اجزا کی ہے، تاہم تفہیم مدعا کے لیے یہ مناسب ہے کہ انھیں الگ الگ عنوانات کے تحت بیان کیا جائے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

تماثیل اور تصاویر والے گھر سے فرشتوں کی کراہت

١۔ عن ابی طلحۃ الانصاری قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: لا تدخل الملائکۃ بیتاً فیہ کلب ولا تماثیل. (مسلم، رقم ۲۱۰۶)

٢۔ عن ابی طلحۃ رضی اللّٰہ عنہ قال قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لا تدخل الملائکۃ بیتاً فیہ کلب ولا تصاویر. (بخاری، رقم ۵۶۰۵)

٣۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ تماثیل او تصاویر. (مسلم، رقم ۲۱۱۲)

٤۔ عن عائشۃ قالت: قال (رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم): ان البیت الذی فیہ الصور لا تدخلہ الملائکۃ. (بخاری، رقم ۴۸۸۶)

۱۔ ''ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور ''تماثیل'' ہوں۔''

۲۔ ''ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور ''تصاویر'' ہوں۔''

۳۔''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں ''تماثیل''یا''تصاویر''ہوں۔''

۴۔''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں مورتیں ہوں، اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔''

ان روایتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل ہوا ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جن میں 'تماثیل' ہوں، 'تصاویر' ہوں یا 'صور' ہوں۔ ان روایتوں کا مدعا سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ مذکورہ الفاظ کا مفہوم متعین کیا جائے اور یہ معلوم کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان کا اطلاق کن چیزوں پر ہوتا تھا۔

'تماثیل' 'تمثال' کی جمع ہے۔ اس کے معنی مورت کے ہیں۔ یعنی ایسی چیز جو کسی اصل کے مانند بنی ہوئی ہو۔ اس سے مراد وہ اشیا ہیں جو اللہ کی کسی تخلیق کے مشابہ بنائی گئی ہوں۔

والتمثال: الصورة، والجمع التماثيل. ومثل له الشيء: صوره حتى كانه ينظر اليه. وامتثله هو: تصوره ... والتمثال: اسم للشيء المصنوع مشبها بخلق من خلق اللّٰه، وجمعه التماثيل، واصله من مثلت الشيء بالشيء.
(لسان العرب ۱۱/ ۶۱۳)

''تمثال' کے معنی مورت کے ہیں۔ اس کی جمع 'تماثیل' ہے۔ 'ومثل له الشيء' کے معنی ہیں: کسی چیز کی اس طرح مورت بنانا کہ گویا کہ خود اسے دیکھا جائے۔ 'امتثله هو' کا معنی ہے: وہ اس کی صورت ذہن میں لایا... 'التمثال' ایسی چیز کے لیے بولا جاتا ہے جو اللہ کی مخلوقات میں سے کسی مخلوق کے مشابہ بنائی گئی ہو۔ اس کی جمع 'تماثیل' ہے۔ اس کی اصل 'مثلت الشيء بالشيء' یعنی کسی چیز کو کسی چیز کے مثل بنانا ہے۔''

'تصاویر' 'تصویرة' کی جمع ہے۔ اس کے معنی تماثیل ہی کے ہیں۔ یعنی وہ اشیا جو اللہ کی کسی مخلوق کے مشابہ بنائی گئی ہوں۔

والتصاوير: التماثيل.
(لسان العرب ۴/ ۴۷۳)

''تصاویر سے مراد تماثیل ہیں۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

'صور'، 'صورۃ' کی جمع ہے۔ اس کے معنی شکل اور مورت کے ہیں۔

ان لغات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ 'تصاویر'، 'تماثیل' اور 'صور' ہم معنی الفاظ ہیں اور ان سے مراد وہ اشیا ہیں جو اللہ کی کسی تخلیق کے مشابہ بنائی گئی ہوں۔ اس بنا پر ان کا اطلاق حسب ذیل چیزوں پر ہوتا ہے:

ا۔ لکڑی، دھات، مٹی اور پتھر سے تراشے ہوئے مختلف مخلوقات کے مجسمے۔

۲۔ لکڑی، دھات، یا پتھر پر کندہ کی ہوئی مختلف مخلوقات کی شبیہیں۔

۳۔ کپڑے اور چمڑے وغیرہ پر مرتسم مختلف مخلوقات کے نقوش۔

۴۔ دروازوں اور دیواروں پر رنگ و روغن سے بنائی ہوئی مختلف مخلوقات کی تصویریں[7]۔

'تصاویر'، 'تماثیل' اور 'صور' کے الفاظ کا مفہوم جاننے کے بعد اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان کا اطلاق کس نوعیت کی شبیہوں پر ہوتا تھا۔ اس ضمن میں احادیث اور تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان سے مراد کچھ خاص مجسمے اور ان کی شبیہیں اور تصویریں ہیں۔ یہ مجسمے لکڑی، پتھر اور دھات وغیرہ سے بنے ہوئے تھے اور عرب کے مختلف مقامات پر نصب تھے۔ مشرکین عرب انھی کی ہیئت پر بنے ہوئے بت اپنے صحنوں اور حجروں میں رکھتے، انھی کے نقوش ستونوں پر کندہ کرتے، انھی کی شبیہوں سے دیواروں کو رنگین کرتے اور انھی کے خاکوں اور تصویروں والے پردے طاقوں اور دروازوں پر آویزاں کرتے تھے[8]۔ یہ تماثیل شہر مکہ کے بیش تر گھروں میں موجود تھیں اور اہل بادیہ بھی اپنے گھروں کو ان سے مزین کرتے تھے:

ولـم يـكـن فـى قـريش رجل بمكة الا و فـى بيتـه صنم، ... فيشتـريها اهـل البـدو فيـخـرجـون بهـا الى بيو تهـم. (اخبار مکہ، الازرقی ۱/۱۲۲)	"مکہ میں قریش کا کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جس کے گھر میں صنم (مجسمہ) موجود نہ ہو... بدو (خانہ بدوش بھی) ان کو خریدتے تھے اور اپنے گھروں میں لے جاتے تھے۔"

---

[7] یہاں یہ واضح رہے کہ تمثال کے مفہوم میں جان دار اور بے جان دونوں طرح کی مخلوقات کے مجسمے اور تصویریں شامل ہیں۔

[8] المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، جواد علی ۸/۸۸۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

گھروں میں موجود یہ تماثیل درحقیقت مختلف دیویوں اور دیوتاؤں سے منسوب اور لات، مناۃ، عزیٰ، ہبل، اساف، نائلہ، یعوق، یغوث، سواع اور نسر وغیرہ کے ناموں سے موسوم تھیں۔ قرآن وحدیث میں ان میں سے بعض کے اسماے علم بھی درج ہیں، مگر من حیث المجموع ان کے لیے 'اوثان'[9]، 'اصنام'[10]، 'الدمی'[11] اور 'انداد'[12] وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

قرآن مجید، احادیث اور تاریخ کی کتابوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عربوں نے ان تماثیل اور ان کے پس منظر کی مزعومہ ذوات اور شخصیات کے ساتھ مشرکانہ تصورات وابستہ کر رکھے تھے۔ وہ اللہ کو الٰہ مانتے تھے، مگر اس کی ذات، اس کی صفات اور اس کے حقوق میں انھیں شریک اور ساجھی سمجھتے تھے۔[13] یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ان کے لیے 'مشرکین' کا لفظ اسم علم اور اسم صفت کے طور پر اختیار کیا ہے۔ یعنی یہ مذہب ان کے اندر اس قدر رچا بسا ہوا تھا کہ ان کے لیے نام ہی مشرکین کا اختیار کر لیا گیا۔ شرک ان کے ایمانیات کا حصہ تھا اور مشرکانہ مظاہر ملائکہ، جنات، کواکب اور بزرگوں کی پرستش کی صورت میں نمایاں ہوتے تھے۔ انھی کے تقرب اور عبادت کے لیے انھوں نے تماثیل بنا رکھی تھیں۔ لکڑی، پتھر اور دھات سے بنی ہوئی ان تماثیل کی حیثیت اگرچہ فرشتوں، جنوں اور انسانوں کے مسکنوں اور قالبوں ہی کی تصور کی جاتی تھی، مگر عملاً یہ بے جان مجسمے اور مورتیں

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

---

9 یہ وثن کی جمع ہے اور اس سے مراد لکڑی، پتھر اور دھات وغیرہ سے بنی ہوئی تماثیل ہیں۔ یہ عبادت کے لیے بنائی جاتی تھیں۔ (لسان العرب ۱۳/ ۴۴۳)

10 یہ صنم کی جمع ہے۔ اس کے معنی بھی لکڑی، پتھر اور دھات سے بنے ہوئے مجسمے کے ہیں۔ یہ وثن کے مترادف کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد پوجی جانے والی تصویر بھی ہے۔ (لسان العرب ۱۲/ ۳۴۹)

11 یہ دمیہ کی جمع ہے۔ اس سے مراد اصنام بھی ہیں اور بالخصوص یہ ایسی منقش تصویروں اور بتوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جو نہایت خوب صورت طریقے سے بنے ہوئے ہوں۔ (لسان العرب ۱۴/ ۲۷۱)

12 یہ ند کی جمع ہے۔ اس کے معنی کسی کے مانند اور مشابہ ہونے والی چیز کے ہیں۔ قرآن وحدیث میں یہ لفظ ان اشیا کے لیے آیا ہے جنھیں اللہ کا شریک ٹھہرایا جاتا تھا۔ (لسان العرب ۳/ ۴۲۰)

13 ذات وصفات اور حقوق میں شریک کرنے سے مراد یہ ہے کہ مثال کے طور پر اسے صاحب اولاد مانا جائے؛ اس کے علاوہ کسی اور سے بھی مدد طلب کی جائے اور اس کے سوا کسی اور کی عبادت کی جائے یا اس کے ساتھ کسی اور کو عبادت میں شریک کیا جائے۔

ہی معبود اصلی قرار پاتے تھے۔ مشرکین عرب نے ان تماثیل اور ان کے پس منظر کی ذوات کے بارے میں جو مشرکانہ تصورات قائم کر رکھے تھے، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

آخرت میں شفاعت

مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں تصور کرتے تھے اور ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ اپنی پرستش کرنے والوں کی بخشش کا سامان کریں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی ان چہیتیوں کی بات ہرگز رد نہیں فرمائیں گے۔ لات، منات اور عزیٰ کو وہ فرشتوں میں سے بلند مرتبہ دیویاں سمجھ کر ان کی تماثیل کی پرستش کرتے تھے اور یہ یقین رکھتے تھے کہ یہ آخرت میں لازماً ان کی شفاعت کا وسیلہ بنیں گی۔[14]

تقرب الٰہی

ان تماثیل کو وہ قرب الٰہی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اللہ کی قربت انھیں کسی واسطے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ وہ فرشتوں، جنوں اور انسانوں کی تماثیل کی عبادت اس امید پر کرتے تھے کہ وہ انھیں خدا کے تقرب سے بہرہ یاب کر دیں گی۔[15]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

روزی کا سامان

مشرکین عرب رزق دینے کے معاملے میں بھی تماثیل کو اللہ کی شریک تصور کرتے تھے۔ وہ یہ تو مانتے تھے کہ آسمان سے اللہ ہی پانی اتارتا ہے اور وہی زمین کی زرخیزی اور شادابی کا سامان کرتا ہے، مگر اس کے ساتھ وہ اس بات پر بھی یقین رکھتے تھے کہ انھیں روزی دینے میں ان تماثیل کا فضل و کرم بھی شامل ہے۔[16]

---

[14] النجم ۵۳: ۱۹۔ ۳۰، القلم ۶۸: ۳۵۔ ۴۱۔

[15] الزمر ۳۹: ۳۔

''اور ایسے بھی تھے جو اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ اس خدا تک کسی واسطے اور شفاعت کے بغیر نہیں پہنچا جا سکتا، چنانچہ وہ روحوں، جنوں اور بتوں کی پوجا پر ایمان رکھتے تھے تا کہ ان کے ذریعے سے اللہ کا تقرب حاصل کریں۔'' (بلوغ الارب بحوالہ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ۶/ ۱۰۳)

تماثیل سے اللہ جیسی محبت

ان افضال وعنایات کی بنا پر جو مشرکین عرب نے دنیا اور آخرت کے حوالے سے تماثیل سے منسوب کر رکھی تھیں، وہ ان سے ایسی محبت رکھتے تھے جس کا حق دار صرف اور صرف اللہ ہے[17]۔

نفع و ضرر

مشرکین عرب ان تماثیل کو اللہ ہی کی طرح نافع وضار سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ دنیا اور آخرت، دونوں میں انسانوں کے لیے نفع ونقصان کا اختیار رکھتی ہیں۔ چنانچہ یہ اگر کسی کو جائز و ناجائز فائدہ پہنچانا چاہیں گی تو انھیں کوئی منع نہیں کر سکے گا اور کسی کا نقصان کرنا چاہیں گی تو انھیں کوئی روک نہیں سکے گا[18]۔

اللہ کی الوہیت میں شرکت

ان تماثیل کے بارے میں مشرکین عرب کا یہ تصور تھا کہ ان میں موجود فرشتے اور دوسری مخلوقات الوہیت میں اللہ کی شریک ہیں۔ اسی پر تبصرہ کرتے ہوئے قرآن مجید نے ارشاد فرمایا:

> ''کہہ دو اگر کچھ اور الٰہ بھی اس کے شریک ہوتے جیسے یہ دعویٰ کرتے ہیں تو وہ عرش والے پر ضرور چڑھائی کر دیتے[19]۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

خدا کی اولاد

مشرکین عرب اللہ تعالیٰ کے صاحب اولاد ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اور اللہ کے فیصلوں پر ان کے تصرفات کو تسلیم کرتے تھے۔ قرآن نے ان کے اسی تصور پر تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''یہ کہتے ہیں کہ خدا کے اولاد ہے۔ وہ ایسی باتوں سے پاک ہے۔ وہ بے نیاز ہے[20]۔''

۱۶؎ العنکبوت ۲۹: ۶۱۔۶۳۔

۱۷؎ البقرہ ۲: ۱۶۵۔

۱۸؎ بنی اسرائیل ۱۷: ۵۶۔

۱۹؎ بنی اسرائیل ۱۷: ۴۲۔

یہ وہ تصورات ہیں جو مشرکین عرب نے ان تماثیل سے وابستہ کر رکھے تھے۔ ان تصورات کی بنا پر جو مشرکانہ مراسم انھوں نے اختیار کر رکھے تھے، ان میں سے چند نمایاں حسب ذیل ہیں:

تماثیل کے لیے قربانی

مشرکین عرب ان تماثیل کے لیے اسی طرح قربانی پیش کرتے جس طرح اللہ کے لیے پیش کرتے تھے۔ اساف اور نائلہ قریش کے بت تھے۔ اساف صفا میں نصب تھا اور نائلہ مروہ میں[21]۔ قریش کعبہ کے سامنے ان کے لیے قربانی کیا کرتے تھے[22]۔ عزیٰ بھی ایک بڑا بت تھا۔ یہ طائف میں نصب تھا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد اونٹ اور بھیڑ بکریاں اس کے پاس لے کر جاتے اور اس کے سامنے انھیں ذبح کرتے تھے اور تین دن تک وہاں قیام کرتے تھے[23]۔

تماثیل کے لیے تلبیہ

حج وعمرے کے موقع پر اہل جاہلیت تلبیہ[24] کے کلمات میں ان تماثیل کو اللہ کا شریک گردانتے تھے[25]۔ تلبیہ کے الفاظ اس طرح ہوتے تھے:

'لبيك اللهم لبيك، لا شريك لك ، الا شريك هو لك. تملكه و ما ملك'۔

''اے میرے خدا، میں حاضر ہوں تیرے لیے، تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس شریک کے جو تیرے اختیار میں ہے تو ان کا بھی مالک ہے اور ان چیزوں کا بھی جو تیرے اختیار میں ہیں۔''

۲۰؎ یونس ۱۰: ۶۸۔

۲۱؎ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، جواد علی ۶/ ۲۸۶۔

۲۲؎ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، جواد علی ۶/ ۶۶۔

۲۳؎ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، جواد علی ۶/ ۴۰۔

۲۴؎ تلبیہ ایک کلمہ ہے جو حج کے ایام میں 'لبيك اللّٰهم لبيك' کے الفاظ کی صورت میں حاجیوں کی زبان پر جاری ہوتا ہے۔ یہ درحقیقت اس صدا کا جواب ہے جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیت الحرام کی تعمیر نو کے موقع پر بلند کی تھی۔ یہ توحید کا کلمہ تھا، مگر مشرکین نے اس میں بھی شرک کو داخل کر لیا تھا۔

۲۵؎ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، جواد علی ۶/ ۲۴۶۔

(المفصل فی تاریخ العرب، جواد علی ۱۰۵/۶)

قبائل چونکہ اپنے اپنے مختلف بت رکھتے تھے، اس لیے ان کا تلبیہ بھی الگ الگ ہوتا تھا۔ مختلف قبائل جب حج کے لیے بیت اللہ کا رخ کرتے تو ہر قبیلہ اپنے بت کے پاس ٹھہرتا، وہاں نماز پڑھتا اور تلبیہ پڑھتا اور پھر مکہ کی طرف بڑھتا[۲۶]۔

تماثیل سے استعانت

لوگ ان تماثیل کے بارے میں یہ یقین رکھتے تھے کہ یہ ان کے قبیلوں کی نگہبان ہیں۔ یہ ان کا دفاع کرتی ہیں اور جب ان سے مدد طلب کی جاتی ہے تو بھر پور مدد کرتی ہیں[۲۷]۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ تماثیل ان پر احسان کرتی ہیں۔ صحت، عافیت، مال، اولاد میں سے جو چیز بھی وہ ان سے مانگیں، وہ انھیں عطا کرتی ہیں[۲۸]۔ ہبل قریش کی تماثیل میں سے سب سے بلند مرتبہ تھی۔ وہ اس سے پناہ چاہتے اور التجا کرتے کہ وہ ان کے لیے خیر و برکت کا سامان کرے اور ہر قسم کی تکلیف اور شر سے ان کو محفوظ رکھے[۲۹]۔

عربوں کا یہ عام طریقہ تھا کہ وہ جنگوں کے موقع پر تماثیل اور ان کی علامتوں اور یادگاروں کو اپنے ہم راہ رکھتے تھے۔ اس سے ان کا مقصود یہ ہوتا کہ یہ جنگ میں فتح و کامرانی کے لیے ان کی ہر طریقے سے مدد کریں گی۔ چنانچہ ان کی یہ معروف رسم تھی کہ جب وہ جنگ کے لیے نکلتے تو مختلف اصنام کے عارضی خیموں اور مکانوں کو اپنے ساتھ لے کر نکلتے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ لات کا ایک خیمہ تھا۔ لوگ اسے جنگ میں اپنے ساتھ رکھتے اور میدان جنگ میں پہنچ کر اسے لشکر کے سامنے نصب کر دیتے تھے۔ اس سے لشکریوں کا حوصلہ بڑھانا مقصود ہوتا۔ منادی کرنے والے ان بتوں کے نام لے کر انھیں پکارتے تھے[۳۰]۔ جنگ احد کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب واپس مڑنے کا

۲۶۔ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، جواد علی ۶/۵ ۳۷، ۶/ ۳۷۔

۲۷۔ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، جواد علی ۲۶۱/۶۔

۲۸۔ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، جواد علی ۳۳۶/۶۔

۲۹۔ اخبار مکہ، الازرقی ۶۶/۱۔

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org

اعلان کیا تو ابوسفیان نے بلند آواز میں کہا: ہبل بلند ہوا، ہبل بلند ہوا۔ اس پر آپ نے حضرت عمر سے کہا کہ تم کہو: اللہ بلند ہوا۔ ابوسفیان نے کہا: ہمارے پاس عزیٰ ہے، تمھارے پاس نہیں ہے۔ اس کے جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر سیدنا عمر نے کہا: ہمارا مولا اللہ ہے اور تمھارا مولا کوئی نہیں ہے۔[31]

تماثیل کی پرستش

مشرکین عرب نے تمام عبادتوں میں اللہ کے ساتھ ان تماثیل کو بھی شریک کر رکھا تھا۔ وہ ان کے لیے نماز پڑھتے، روزہ رکھتے، ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے اور حج کے مختلف مراسم عبودیت میں انھیں اللہ کے ساتھ شریک کرتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سورج کی پرستش کرنے والوں نے ایک خاص معبد میں سورج کا بت بنا رکھا تھا اور سورج کے طلوع، نصف النہار، اور غروب کے موقعوں پر اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے۔[32] مصیبت زدہ لوگ اس بت کے لیے روزے رکھتے اور نمازیں پڑھتے اور اس سے شفا طلب کرتے۔[33] اسی طرح اساف، نائلہ اور دیگر بتوں کے گرد طواف کرنے کی رسم عام تھی۔[34]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

تماثیل کی تعظیم و تقدیس

تماثیل کو چومنا، ان کے آگے جھکنا، ان کے گرد طواف کرنا، یہ سب اعمال اہل عرب کے دینی شعائر میں سے تھے۔ وہ انھیں برکت کے لیے چھوتے اور ان کی تقدیس کے لیے ان پر چادریں چڑھاتے تھے۔[35] ان تماثیل کی وہ اسی طرح تعظیم و تقدیس کرتے تھے جس طرح بیت اللہ کی کرتے

۳۰؎ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، جواد علی ۶/ ۲۳۵۔

۳۱؎ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، جواد علی ۶/ ۲۵۳۔

۳۲؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مشابہت سے بچنے کے لیے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

۳۳؎ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، جواد علی ۶/ ۳۳۷۔

۳۴؎ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، جواد علی ۶/ ۳۸۰۔

۳۵؎ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، جواد علی ۶/ ۲۹۳۔

تھے اور بیت اللہ ہی کی طرح انھوں نے ان کے معبدوں پر بھی خدام مقرر کر رکھے تھے۔[۳۶]

تماثیل کے معبدوں پر نذر و نیاز

ان تماثیل کے معبد نذر و نیاز کا مرکز تھے۔ یہ سنگ مرمر اور دوسرے قیمتی پتھروں سے بنے ہوتے تھے۔ انھیں نقش و نگار سے مزین کیا جاتا۔ ان معبدوں پر جا کر منتیں مانی جاتیں اور سونا، چاندی، اجناس اور دیگر اشیا کی نذریں پیش کی جاتیں۔[۳۷] اس نذر و نیاز کو وہ ان تماثیل کی طرف سے اس بنا پر اپنے اوپر قرض سمجھتے کہ انھوں نے ان کی نصرت اور شفاعت کی ہے۔[۳۸]

مشرکانہ تصورات اور مراسم کی اس تفصیل سے یہ بات نہایت صراحت کے ساتھ واضح ہو جاتی ہے کہ عربوں کے گھروں میں موجود جن تماثیل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شنیع قرار دیا ہے، وہ کوئی عام تماثیل نہیں تھیں، بلکہ ان اصنام کی تصاویر اور شبیہیں تھیں جنھیں حی و قیوم اور نافع و ضار سمجھ کر پوجا جاتا تھا۔ یہ اگرچہ لکڑی، پتھر اور دھات وغیرہ جیسے بے جان عناصر سے بنی ہوئی تھیں، مگر مشرکین عرب انھیں فرشتوں اور انسانوں کے قالب تصور کرتے تھے اور ان کے اندر ان کی روحوں کے حلول ہونے پر یقین رکھتے تھے۔ گویا یہ تماثیل ان کے نزدیک کوئی بے روح اور مردہ اشیا نہیں تھیں، بلکہ روحوں کی حامل زندہ و بیدار مخلوقات تھیں۔ ایک روایت میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مذکورہ حدیث بیان کرنے کے بعد کہ ''جس گھر میں کتا ہو اور مورت ہو، اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے''۔ اس بات کو واضح کیا کہ یہاں 'صورة' سے مراد 'صورة التماثیل' یعنی ان خاص تماثیل کی تصویریں ہیں، جن میں روحیں تصور کی جاتی ہیں:

اخبرنی ابو طلحة صاحب	''مجھے ابوطلحہ نے خبر دی جو نبی کے صحابی اور
الرسول و کان قد شھد بدرا معه	جنگ بدر میں آپ کے ساتھ شریک تھے کہ نبی
انه قال (رسول اللّٰه صلی اللّٰه	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس گھر

[۳۶] تفسیر ابن کثیر ۴/ ۲۵۳۔

[۳۷] الانعام ۶: ۱۳۶۔ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، جواد علی ۶/ ۲۰۴۔

[۳۸] المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، جواد علی ۶/ ۶۱۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

علیه و سلم) : لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولا صورة يريد صورة التماثيل التى فيها الارواح. (بخاری، رقم ۳۷۸۰)

میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو یا مورت ہو، ان کے نزدیک اس سے مراد ان تماثیل کی مورت ہے جن میں روحیں پائی جاتی تھیں۔''

مسند احمد کی ایک روایت میں اس مفہوم کو صورة روح 'یعنی'' روح والی تصویر'' کے الفاظ سے ادا کیا گیا ہے۔ یہ الفاظ بھی اسی بات کی وضاحت کر رہے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن تماثیل اور تصاویر کو گھروں میں رکھنے سے منع فرمایا، وہ عام تصویریں نہیں، بلکہ روحوں کے تصور والی تصویریں تھیں۔ روایت یہ ہے:

عن نجى ... قال على ... قال رسول الله صلى الله عليه و سلم ... قال جبريل ... انها ثلاث لن يلج ملك (دارا) ما دام فيها ابداً واحد منها كلب او جنابة او صورة روح. (رقم ۶۴۸)

''نجی رحمہ اللہ سے روایت ہے... علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل فرماتے ہیں کہ ... تین چیزیں جب تک کسی گھر میں رہتی ہیں تو فرشتہ اُس (گھر) میں کبھی نہیں جاتا۔ ان تین میں سے ایک کتا ہے، دوسری چیز جنبی آدمی اور تیسری چیز روح کی تصویر ہے۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اللہ کی صفت تخلیق کی نقل کرنے کی شناعت

عن ابى زرعة قال دخلت مع ابى هريرة فى دار مروان فراى فيها تصاوير فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول قال الله عزوجل و من اظلم ممن ذهب يخلق خلقا كخلقى . فليخلقوا ذرة او ليخلقوا حبة او ليخلقوا شعيرة. (مسلم، رقم ۲۱۱۱)

''ابوزرعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (ایک روز) میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مروان کے گھر میں داخل ہوا۔ انھوں نے اس میں تصاویر دیکھیں تو کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس شخص سے بڑا ظالم کون ہو گا جو میرے مخلوق

بنانے کی طرح مخلوق بنانے نکل کھڑا ہوا۔ (ایسی جسارت کرنے والوں کو چاہیے کہ) وہ ایک ذرہ تو تخلیق کر کے دکھائیں یا گندم یا جو کا ایک دانہ ہی تخلیق کر کے دکھا دیں۔''

اس روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد بیان فرمایا ہے۔ اس ارشاد کا مدعا یہ ہے کہ وہ شخص نہایت درجہ ظالم ہے جو اللہ کی طرح وصف تخلیق کا حامل ہونے کے زعم میں مبتلا ہو اور اس بنا پر اس کی مخلوقات جیسی مخلوقات بنانے کی کوشش کرے۔ فرشتوں، جنوں اور انسانوں جیسی ارفع و اعلیٰ مخلوقات تو کجا، کسی کے لیے مٹی کا معمولی ذرہ بھی تخلیق کرنا ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ اگر کوئی اس زعم میں مبتلا ہے تو اس کو چیلنج ہے کہ وہ مٹی کا ایک ذرہ یا اناج کا ایک دانہ مثلاً جو ہی بنا کر دکھا دے۔

اس روایت سے یہ حکم ماخوذ ہوتا ہے کہ 'یخلق خلقا کخلقی' یعنی ''اللہ کی مخلوق جیسی مخلوق بنانا'' نہایت شنیع عمل ہے۔[39] جو شخص یہ کام کرے گا، وہ ایک حرام کا ارتکاب کرے گا۔

اس حکم کے اطلاق کو سمجھنے کے لیے دو باتوں کا جاننا ضروری ہے: ایک یہ کہ ''خلق'' کا اطلاق کن چیزوں پر ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ ''اللہ کی مخلوق بنانے'' کے کیا معنی ہیں؟

لفظ 'خلق' کا اطلاق ملائکہ، انسان، جن اور جمادات و نباتات کی صورت میں کائنات کی ہر اس جان دار اور بے جان مخلوق پر ہوتا ہے جسے عدم سے وجود میں لایا گیا ہے۔[40] ''اللہ کے مخلوق بنانے'' سے مراد یہ ہے کہ ان مخلوقات کا خالق اللہ پروردگار عالم ہی ہے۔ چنانچہ تخلیق اسی کا وصف ہے اور زمین و آسمان کی کوئی چیز اس کے احاطۂ تخلیق سے باہر نہیں ہے۔

---

[39] بعض روایتوں میں اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے 'یضاھون بخلق اللّٰہ' اور 'یشبھون بخلق اللّٰہ' کے الفاظ آئے ہیں:

''قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اس حال میں کہ انھوں نے باریک پردہ لٹکایا ہوا تھا جس میں تماثیل تھیں۔ آپ نے اس پردے کو پھاڑ ڈالا۔ پھر فرمایا قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو دیا جائے گا جو اللہ کے مخلوق بنانے میں مشابہت اختیار کرتے ہیں۔'' (ابن حبان، رقم ۵۸۴۷) (سنن البیہقی الکبریٰ، رقم ۱۴۳۵۰)

[40] لسان العرب ۱۰/ ۸۵۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اس بنا پر ''اللہ کی مخلوق جیسی مخلوق بنانے'' کے معنی مخلوقات الٰہی مثلاً جن و ملائک، انسان و حیوان اور شجر و حجر میں سے کسی مخلوق کے مانند مخلوق بنانا ہی قرار پائیں گے۔ چنانچہ ان میں سے مثال کے طور پر مخلوق انسان کے مانند مخلوق بنانے سے مراد یہ ہو گا کہ ایک ایسا وجود بنایا جائے:

جس کے خط و خال انسانی ہوں،

جو جذبات و احساسات کا مرقع ہو،

جو صاحب ارادہ و اختیار ہو،

جو دیکھنے، سننے اور بولنے کی صلاحیت رکھتا ہو،

جو باشعور اور عاقل و بالغ ہو،

جس کے اندر انسان ہی کی طرح روح موجود ہو۔

اس توضیح سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ''اللہ کی مخلوق جیسی مخلوق بنانے'' سے مراد جن و ملائک، انسان و حیوان اور شجر و حجر میں سے کسی مخلوق کا محض پیکر تراشنا، عکس اتارنا یا شبیہ بنانا نہیں ہے، بلکہ اس کو اس کے تمام خلقی اوصاف سمیت تخلیق کرنا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص کسی انسان کی تصویر بناتا ہے تو محض اس کے تصویر بنانے کی بنا پر یہ نہیں کہا جائے گا کہ ''یخلق خلقا کخلقی'' کے مصداق اس نے اللہ جیسی مخلوق بنانے کی جسارت کی ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ''یخلق خلقا کخلقی'' کے الفاظ کا اطلاق محض شبیہ، تصویر یا مجسمہ بنانے پر نہیں ہوتا تو پھر وہ کون سا عمل ہے جسے مذکورہ حدیث میں ''اللہ کی مخلوق جیسی مخلوق بنانے'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس سوال کا جواب جاننے کے لیے جب تاریخ سے رجوع کیا جاتا ہے تو یہ بات نہایت صراحت کے ساتھ معلوم ہوتی ہے کہ اہل عرب مختلف تصویروں اور مجسموں کو بے روح وجود کی حیثیت سے نہیں بناتے تھے، بلکہ اپنی دانست میں سر تا سر زندہ وجود کے طور پر تخلیق کرتے تھے۔

تماثیل کے بارے میں عربوں کا یہ تصور تھا کہ ان میں انسانوں، فرشتوں اور جنوں کی روحیں

حلول کی ہوئی ہیں، اس وجہ سے یہ زندہ اور ذی شعور وجود ہیں۔ یہ عقل رکھتے، کھاتے پیتے، دیکھتے، بولتے، سنتے اور سمجھتے ہیں۔ ڈاکٹر جواد علی لکھتے ہیں:

كانوا يتصورون أن لها روحا وأنها تسمع وتجيب. ومن الجائز حلول الروح في الجماد. وقد ورد عن (ابن الكلبي) عن (مالك بن حارثة) أن والد مالك هذا كان يعطيه اللبن، ويكلفه بأن يذهب به الى الصنم ود ليسقيه ... كان يرى أن الصنم يعقل ويدرك، يسمع ويرى، وانه وان كان من حجر، الا انه ذو روح.

''ان (عربوں) کے ہاں یہ تصور موجود تھا کہ ان (تماثیل) میں روحیں ہوتی ہیں جو سنتی اور جواب دیتی ہیں اور یہ کہ روح کا پتھر میں حلول کرنا بالکل ممکن ہے۔ مالک بن حارثہ کی روایت ہے کہ ان کے والد ان کو دودھ دیا کرتے اور کہتے کہ یہ دودھ ''ود'' صنم کے پاس لے جائیں تا کہ اسے پلا دیں۔۔۔ گویا وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ صنم عقل وشعور رکھتا ہے، سنتا اور دیکھتا ہے اور پتھر کا ہونے کے باوجود ذی روح ہے۔''

(المفصل فی تاریخ العرب، جواد علی ۱۴۱/۶)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

لات، منات اور عزیٰ فرشتوں کے مجسمے تھے۔ انھیں اپنے ہاتھوں سے تراش کر انھوں نے ان کے بارے میں یہ تصور قائم کر لیا تھا کہ یہ خدا کی بیٹیاں ہیں اور زندہ و بیدار ہیں۔ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر انسانوں کی تماثیل تھیں، ان کے بارے میں تصور یہ تھا کہ زمانۂ قابیل کے رجال کی روحیں ان میں سرایت کیے ہوئے ہیں[۴۱]۔ اسی طرح انھوں نے جنوں کے بت بھی تراش رکھے تھے اور وہ ان میں جنوں کو زندہ اور موجود سمجھتے تھے[۴۲]۔ تماثیل میں روحوں کے وجود کا عقیدہ لوگوں کے ہاں اس قدر راسخ تھا کہ فتح مکہ کے بعد جب انھیں توڑا جانے لگا تو اس عمل میں شریک

---

[۴۱] المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، جواد علی ۲۵۴/۶۔

[۴۲] عن ابن ابی كعب ان يدعون من دونه الا اناثا، قال مع كل صنم جنية.

''ابی بن کعب نے 'ان یدعون من دونه الا اناثا' کی تفسیر کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ اہل جاہلیت کے خیال میں ہر بت کے ساتھ ایک چڑیل ہوتی تھی۔'' (احمد بن حنبل، رقم ۲۱۲۶۹)

بعض لوگ اس خوف میں مبتلا ہو گئے کہ ان کے اندر سے روحیں اور جن باہر نکل کر انھیں ہلاک کر دیں گے۔ ڈاکٹر جواد علی ''المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام'' میں لکھتے ہیں:

والخوف من هذه الأرواح او الجنة التي كانت تقيم في أجواف الأصنام على رأي الجاهلين، حمل بعض من عهد اليهم تحطيم تلك الأصنام على التهيب من الاقدام على مثل ذلك العمل خشية ظهورها وفتكها بمن تجاسر عليها وهذا الخوف هو الذي أوحى اليهم. (٦٩/٦)

''عربوں کے اس عقیدے کی بنا پر کہ بتوں کے اندر ارواح اور جنات پائے جاتے ہیں اور اگر ان بتوں کو توڑنے کی کوشش کی گئی تو وہ ارواح اور جنات باہر نکل کر توڑنے والے کو ہلاک کر دیں گے (فتح مکہ کے موقع پر) بعض (کمزور ایمان والے) ایسے لوگ جو بت توڑنے والوں میں شامل تھے، ڈر گئے۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

یہ معاملہ یہیں تک محدود نہیں تھا کہ چند خاص تماثیل تھیں جو عرب میں مختلف مقامات پر نصب تھیں، بلکہ اس سے بہت آگے بڑھ کر صورت حال یہ تھی کہ ان کے پجاری جب چاہتے انھی کی صورت پر لکڑی، مٹی، پتھر اور دھات سے تماثیل اور تصاویر بنا کر انھیں انسانوں، فرشتوں اور جنوں کی روحوں کا مسکن بنا لیتے تھے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اہل عرب ان تماثیل اور تصویروں کو تشکیل دے کر درحقیقت انسانوں، فرشتوں اور جنوں جیسی زندہ مخلوقات کو تخلیق کرنے کے زعم میں مبتلا ہو گئے تھے اور اس طرح اپنے تئیں اللہ کی تخلیق جیسی تخلیق کرنے کی جسارت کر رہے تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ نہایت سنگین جرم تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر وعید فرمائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کی شناعت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ آخرت میں ایسی تخلیق کرنے والوں کو عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ وہ انھیں زندہ کر کے دکھائیں:

فقال رسول الله صلى الله عليه

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان

وسلم ان اصحاب هذه الصور يعذبون ويقال لهم احيوا ما خلقتم. (مسلم، رقم ۲۱۰۷)

مورتوں والوں کو (آخرت میں) عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جو کچھ تم نے تخلیق کیا ہے اسے زندہ کرو۔''

قرآن مجید نے ان مشرکین عرب کو مخاطب کر کے نہایت صراحت سے اس بات کو واضح کیا کہ تخلیق صرف اللہ ہی کا کام ہے اور وہی ہر چیز کا خالق ہے۔ چنانچہ تخلیق کی صلاحیت تم تو کیا، تمھارے وہ معبود بھی نہیں رکھتے جنھیں تم اپنے لیے کارساز اور نافع وضار سمجھتے ہو:

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ.(الرعد ۱۳:۱۶)

''ان (مشرکین) سے پوچھو، آسمانوں اور زمین کا مالک کون ہے؟ کہہ دو، اللہ! ان سے پوچھو تو کیا اس کے بعد تم نے اس کے سوا ایسے کارساز بنا رکھے ہیں جو خود اپنی ذات کے لیے بھی نہ کسی نفع پر کوئی اختیار رکھتے اور نہ کسی ضرر پر۔ ان سے پوچھو، کیا اندھے اور بینا دونوں یکساں ہو جائیں گے! یا کیا روشنی اور تاریکی دونوں برابر ہو جائیں گی! کیا انھوں نے خدا کے ایسے شریک ٹھہرائے ہیں جنھوں نے اس کی طرح خلق کیا ہے جس کے سبب سے ان کو خلق میں اشتباہ لاحق ہو گیا ہے! بتا دو کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہی ہے اور وہ واحد اور سب پر حاوی ہے۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

مصوروں پر لعنت اور ان کے لیے عذاب کی وعید

۱۔ عن وهب بن عبد اللّٰه قال ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لعن المصور. (بخاری، رقم ۲۰۸۶)

۲۔ قال عبد اللّٰه سمعت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یقول ان اشد الناس عذابا یوم القیامة المصورون. (مسلم، رقم ۲۱۰۹)

۳۔عن عبد اللّٰه ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم قال اشد الناس عذابا یوم القیامة رجل قتله نبی او قتل نبیا وامام ضلالة وممثل من الممثلین. (مسند احمد، رقم ۳۸۶۸)

۱۔''وہب بن عبداللہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مصور پر لعنت فرمائی ہے۔''

۲۔''عبداللہ کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک، قیامت کے دن شدید ترین عذاب میں گرفتار ہونے والے مصور ہوں گے۔''

۳۔''عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس شخص کو دیا جائے گا جس کو نبی نے قتل کیا یا جس نے نبی کو قتل کیا اور گمراہی کے امام کو اور 'ممثلین' میں سے کسی 'ممثل' کو۔''

یہ ایک ہی موضوع کی مختلف روایتیں ہیں۔ ان میں بیان ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مصوروں کو ملعون قرار دیا ہے اور قیامت کے روز ان کے لیے سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔ 'مصور' اور 'ممثل' 'صور' اور 'مثل' سے اسمائے فاعل ہیں۔ یہ ہم معنی الفاظ ہیں[۴۳] اور تصاویر اور تماثیل بنانے والوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ ان سے مراد وہ صناع ہیں جو اپنی کاری گری سے اللہ کی مخلوقات کی مشابہت میں[۴۴] مٹی، پتھر، لکڑی، دھات، اور رنگ و روغن وغیرہ سے مجسمے، شبیہیں، خاکے، نقوش اور تصویریں بناتے ہیں۔ بعثت نبوی کے زمانے میں تصویر کشی اور مجسمہ سازی کو کسب اور پیشے کی حیثیت حاصل تھی۔ عرب میں ان فنون کے ماہرین کا ایک خاص طبقہ موجود تھا جو سنگ تراشی، کندہ کاری، نقاشی، خطاطی اور تصویر کشی کی صنعتوں کے ذریعے سے اپنے لیے سامان معیشت فراہم کرتا تھا:

بعض اهل مكة و سائر مواضع الحجاز الأخرى، كانوا يضعون	''بعض اہل مکہ اور حجاز کے دوسرے تمام علاقوں کے لوگ اپنے گھروں میں تصویریں اور

---

۴۳ لسان العرب ۴/ ۴۷۳۔

۴۴ تصاویر اور تماثیل سے مراد وہ اشیا ہیں جو اللہ کی کسی مخلوق کی مشابہت میں بنائی جائیں۔

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org

الصور والتماثيل فی بیوتهم، وان من الناس كانت تصور وتتعيش من بيع الصور، وأن طائفة أخرى كانت تنحت وتعمل التماثيل، وأن طائفة من النساجين والخياطين كانوا يجعلون صور انسان او حيوان على الستائر أو الملابس لتزويقها ... وكان بين اهل مكة وغيرها من القرى اناس يتعيشون من بيعها.

(المفصل فی تاریخ العرب ۸/ ۸۳، ۹۰)

مجسمے رکھتے تھے۔ اور اُن لوگوں میں سے ایک گروہ ایسا بھی تھا جو تصویریں بناتا اور اُن کو بیچ کر اپنی روزی کماتا تھا۔ اور ایک گروہ ایسا تھا جو سنگ تراشی اور مجسمے بنانے کا کام کرتا تھا۔ اور ایک گروہ درزیوں اور بافندوں کا تھا جو پردوں اور ملبوسات کو منقش کرنے کے لیے اُن پر انسانوں اور جانوروں کی تصویریں بنایا کرتا تھا... اہل مکہ اور اس کے علاوہ دوسری بستیوں کے لوگ ان مجسموں کی فروخت سے روزگار زندگی کماتے تھے۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اس وضاحت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ عرب میں مصور کا لفظ فقط تصویر بنانے والوں کے لیے نہیں بولا جاتا تھا، بلکہ ان کے ساتھ ساتھ بت گروں، مجسمہ سازوں اور نقاشوں کے لیے بھی یکساں طور پر استعمال ہوتا تھا۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے 'مصور' اور 'مصورون' کے الفاظ استعمال کر کے جن لوگوں کو لعنت اور عذاب کا مستحق قرار دیا، ان سے مراد مصوری، بت گری، کندہ کاری اور عکس بندی کے پیشوں سے وابستہ ہونے والے افراد ہیں۔[۴۵]

۴۵؎ یہی وجہ ہے کہ بعض روایتوں میں صور کا فعل اور مصور، مصورون کے اسما تماثیل کے ساتھ استعمال ہوئے ہیں:

عن مسلم بن صبيح قال كنت مع مسروق فى بيت فيه تماثيل مريم فقال مسروق هذا تماثيل كسرى فقلت لا هذا تماثيل مريم فقال مسروق اما انى سمعت عبد الله بن مسعود يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اشد الناس عذابا يوم القيامة المصورون. (مسلم، رقم ۲۱۰۹)

''مسلم بن صبیح سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں، میں مسروق کے ساتھ ایک ایسے گھر میں تھا، جس میں مریم علیہا السلام کی تماثیل (مجسمے یا تصاویر) تھیں۔ مسروق کہنے لگے: یہ کسریٰ کی تماثیل ہیں۔ میں نے کہا: نہیں، یہ مریم کی تماثیل ہیں۔ مسروق نے کہا: آگاہ رہو، میں نے عبداللہ بن مسعود سے سنا ہے: وہ

اب سوال یہ ہے کہ کیا ان روایتوں میں مصور اور ممثل سے مراد فن مصوری کو اختیار کرنے والا ہر فرد ہے یا اس سے کچھ خاص مصور مراد ہیں۔'المصور' اور 'المصورون' پر داخل عہد کے 'ال' سے واضح ہے کہ یہاں کچھ خاص مصور ہی مراد ہیں۔ تاریخ اور دیگر روایتوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ مصور ہیں جو مشرکانہ مقاصد کے لیے استعمال ہونے والی تصاویر اور تماثیل بناتے تھے اور اس طرح بت پرستی کے قیام و بقا اور فروغ کا باعث بنتے تھے۔ نقاشی، کندہ کاری، سنگ تراشی اور تصویر کشی کے فنون کو استعمال میں لا کر بنائی جانے والی تصویروں کا مقصد درحقیقت بتوں کی پرستش، ان کی محبت اور ان کی تقدیس ہوتا تھا:

ونعني هنا بتقديس الصور، الصور المقدسة التي تمثل أسطورة دينية أو رجالا مقدسين كان لهم شان في تطور العبادة... فاحب المومنون بهم حفظ ذكراهم وعدم نسيانهم أو الابتعاد عنهم، وذلك بحفظ شيء يشير اليهم ويذكرهم بهم،	"تصویروں کی تقدیس سے ہماری مراد ایسی مقدس تصویریں ہیں جو مذہبی داستانوں یا ان مقدس اشخاص کو ممثل کرتی تھیں جن کا (بتوں کی) عبادت کو آگے بڑھانے میں کوئی اہم کردار تھا... چنانچہ ان لوگوں پر ایمان رکھنے والوں نے یہ چاہا کہ ان کی یاد کو محفوظ کریں، ان کو فراموش نہ کریں اور ان سے دور نہ ہوں۔ یہ مقصد انھوں نے ایسی چیزوں کو محفوظ کر کے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن (ان تماثیل بنانے والے) مصوروں پر سب سے زیادہ عذاب ہوگا۔"

عن ابن مسعود قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: اشد الناس عذاباً یوم القیامة رجل قتل نبیا او قتله نبی او رجل یضل الناس بغیر علم اومصور یصور التماثیل. (المعجم الکبیر، رقم ۱۰۴۹۷)

"عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس امام کو دیا جائے گا جو لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کرتا ہے، اور اس شخص کو جس کو نبی نے قتل کیا یا جس نے نبی کو قتل کیا یا تصویریں بنانے والے مصور کو۔"

وهـذا الشـيء قـد يـكـون صورة مـرسـومة، وقـد يـكـون صـورة مـحـفورة أو منحوتة أو مصنوعة عـلى هيأة تمثال أو رمز يشير الى ذلك المقدس.

(المفصل فی تاریخ العرب، جواد علی ۶/ ۷۰)

حاصل کیا جو ان کی طرف اشارہ کرتی یا انھیں ان کی یاد دلاتی ہوں۔ یہ (محفوظ کی گئی) چیز کبھی خاکے کی طرز پر بنی ہوئی تصویر ہوتی، کبھی کندہ کی ہوئی یا کھودی ہوئی تصویر ہوتی یا مجسمے کی ہیئت میں تراشی گئی مورت ہوتی یا ایسی نشانی ہوتی جو اس مقدس ہستی کی طرف اشارہ کرتی۔''

گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عرب مصور جو مجسمے اور تصویریں بناتے تھے، ان میں سے بیش تر مختلف دیویوں اور دیوتاؤں سے منسوب ہوتی تھیں اور ان کا استعمال مشرکانہ مقاصد کے لیے ہوتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرض منصبی تھا کہ وہ سر زمین عرب سے شرک اور مشرکانہ مظاہر کا بالکلیہ خاتمہ کر دیں۔ چنانچہ جہاں آپ نے پوجی جانے والی تصاویر اور تماثیل کو مذموم قرار دیا، وہاں ان کے بنانے والوں کی مذمت بھی فرمائی۔

بعض روایتوں میں 'الذين يصنعون هذه الصور' ''جو لوگ اس طرح کی تصویریں بناتے ہیں'' اور 'مصور يصور هذه التماثيل' ''وہ مصور جو اس طرح کی تماثیل بناتے ہیں'' کے الفاظ سے انھی تصویروں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

عـن عبـد اللّٰه ابن عمر رضی اللّٰه عـنهـما ان رسول صلی اللّٰه علیه وسلم قال ان الذين يصنعون هذه الـصـور يعذبون يوم القيامة يقال لهم احيوا ما خلقتم.

(بخاری، رقم ۵۹۵۱)

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک، وہ لوگ جو اس قسم کی تصاویر بناتے ہیں، قیامت کے دن عذاب دیے جائیں گے، ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے اسے زندہ کرو۔''

عـن ابی عبيد ة بـن عبـد اللّٰـه بن مسعود انه قال ان من اشد الناس عذاباً يوم القيامة امام مضل يضل

''ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے: انھوں نے کہا کہ قیامت میں سب سے زیادہ عذاب اس گمراہ امام کو دیا جائے گا جو لوگوں کو بغیر علم

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

الناس بغير علم او رجل قتل نبيا او رجل قتله نبی او رجل مصور يصور هذه التماثيل.

(مصنف عبدالرزاق، رقم ۱۹۴۸۷)

کے گمراہ کرتا ہے اور اس آدمی کو جس نے کسی نبی کو قتل کیا یا جس کو نبی نے قتل کیا اور اس مصور کو جس نے اس قسم کی تماثیل بنائی ہیں۔''

ان مصوروں کی شناعت کا ایک اور پہلو بھی روایتوں میں بیان ہوا ہے کہ یہ ''یخلق خلقا کخلقی '' کے مصداق عملاً اللہ کی مخلوق جیسی مخلوق بنانے کے گھناؤنے جرم کے مرتکب تھے۔ اس ضمن میں گزشتہ صفحات میں ہم نے یہ وضاحت کی ہے کہ یہ لکڑی، مٹی اور پتھر سے مجسمے تراش کر اور رنگ وروغن وغیرہ سے تصویریں بنا کر یہ گمان رکھتے تھے کہ فرشتوں، انسانوں اور جنوں کی روحیں ان کی بنائی ہوئی تماثیل اور تصاویر میں حلول کرتی ہیں اور لوگوں کے لیے نفع ونقصان کا باعث بنتی ہیں۔ اس طرح وہ اپنے تئیں دانستہ یا نادانستہ اللہ کی مخلوقات جیسی مخلوقات تخلیق کرتے تھے۔ بعض روایتوں میں مصوروں کی مذمت اسی پہلو سے کی گئی ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے روز سزا کے طور پر ان سے کہا جائے گا کہ وہ ان بتوں اور تصویروں میں فی الواقع روح ڈال کر تو دکھائیں:

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

يحدث قتادة قال كنت عند ابن عباس وهم يسألونه ولا يذكر النبی حتی سئل فقال سمعت محمدا يقول من صور صورة فی الدنيا كلف يوم القيامة ان ينفخ فيها الروح وليس بنافخ.

(بخاری، رقم ۵۶۱۸)

''قتادہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا جبکہ لوگ ان سے مسئلے پوچھ رہے تھے اور وہ جواب دے رہے تھے، لیکن انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں کیا، یہاں تک کہ ایک شخص نے پوچھا، چنانچہ انھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو کوئی دنیا میں تصویر بنائے گا، اس کو قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اس میں روح ڈال اور وہ روح نہ ڈال سکے گا۔''

درج بالا مباحث سے واضح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان مصوروں کو مورد لعنت اور عذاب کا مستحق قرار دیا جو مشرکانہ تصاویر اور تماثیل بناتے تھے اور ان کے اندر روحوں کے حلول

کے قائل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسی طرح کی تصویریں بنانے والا ایک مصور جب اپنے کسب کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے سیدنا عبداللہ بن عباس کے پاس آیا تو انھوں اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنانے کے بعد کہ ہر مصور جہنم میں جائے گا، یہ نصیحت کی کہ ایسی تصویریں بنالو جن کے ساتھ روح کا تصور وابستہ نہیں ہوتا، مگر ایسی تصویریں ہرگز نہ بناؤ جن میں روح تصور کی جاتی ہے:

عن سعید بن ابی الحسن قال کنت عند ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما اذا اتاہ رجل فقال یا ابا عباس انی انسان انما معیشتی من صنعة یدی وانی اصنع ھذہ التصاویر فقال ابن عباس لا احدثك الا ما سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول سمعته یقول من صور صورة فان اللّٰہ معذبه حتی ینفخ فیھا الروح ولیس بنافخ فیھا ابداً فربا الرجل ربوة شدیدة واصفر وجھه فقال ویحك ان ابیت الا ان تصنع فعلیك بھذا الشجر کل شیء لیس فیه روح. (بخاری، رقم ۲۲۲۵)

''سعید بن ابی الحسن سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک آپ کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا: اے ابن عباس رضی اللہ عنہ، میں ایک ایسا آدمی ہوں جسے اپنے ہاتھ کے ہنر ہی سے روزی کمانی ہے۔ اور میں یہ تصاویر بناتا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اِس ضمن میں تم سے وہی بیان کرتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے، جس نے کوئی تصویر بنائی، اللہ تعالیٰ اس کو لازماً عذاب دے گا۔ یہاں تک کہ (سزا کے طور پر) اس سے کہا جائے گا کہ اِس تصویر میں روح پھونکو، (وہ اس میں روح پھونکنے کی کوشش کرے گا) لیکن وہ اس میں کبھی روح نہ پھونک سکے گا۔ وہ شخص یہ سن کر ششدر رہ گیا اور اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ (یہ دیکھ کر) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: تیرا ناس ہو، اگر تجھے ضرور تصویر بنانی ہے تو اِس درخت کی بنالے، تصویر بس اسی

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

چیز کی بنایا کرجس میں روح نہیں ہوتی۔''

نصب شدہ تماثیل کی ممانعت

عن ابی هريرة رفعه فی التماثيل انه رخص فيما كان يوطأ و كره ما كان منصوباً. (الدرایۃ فی تخریج احادیث الهدایۃ، رقم ۲۳۸)

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تماثیل کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (مجسموں اور تصویروں) کی اجازت دی ہے جو بچھی ہوتی تھیں اور انھیں ناپسند فرمایا ہے جو آویزاں ہوتی تھیں۔''

اس روایت میں بیان ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نصب کی ہوئی تماثیل کو ناپسند کیا ہے۔ 'نصب' کے معنی کسی چیز کے بلند ہونے، کھڑا ہونے یا زمین میں گاڑنے کے ہیں[۴۶]۔ اس اعتبار سے منصوب تماثیل کا اطلاق دو طرح کی تماثیل پر ہوتا ہے: ایک وہ جو کسی ستون یا دیوار پر آویزاں ہوں یا دروازے پر لٹکائی گئی ہوں[۴۷] اور دوسرے وہ جو کھڑی ہوئی ہوں یا زمین میں گاڑی گئی ہوں۔

---

[۴۶] لسان العرب ۱/۷۵۸۔

[۴۷] لٹکا ہوا کپڑا چونکہ زمین سے بلند ہوتا ہے، لہٰذا اس کے لیے بھی منصوب کا لفظ استعمال ہو جاتا ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں یہ لفظ انھی معنوں میں استعمال ہوا ہے:

عن محمد بن سيرين قال نبئت حطان بن عبد الله قال أتى على صاحب لى فنادانى فأشرفت عليه فقال قرئ علينا كتاب أمير المؤمنين يعزم على من كان فى بيته ستر منصوب فيه تصاوير لما وضعه فكرهت أن نبيت عاصيا فقمنا الى قرام لنا فوضعته قال محمد كانوا لا يرون ما وطئ وبسط من التصاوير مثال الذى نصب. (رقم، ۵۲۲۸۹)

''محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ مجھے حطان بن عبد اللہ کے بارے میں بتایا گیا کہ انھوں نے فرمایا: میرے پاس میرے ایک دوست آئے اور انھوں نے مجھے آواز دی۔ میں ان کے پاس آیا تو انھوں نے کہا کہ ہمیں امیر المومنین کا خط پڑھ کر سنایا گیا جس میں انھوں نے حکم دیا ہے کہ جس کے گھر میں کوئی تصویروں والا پردہ لٹکا ہوا ہے، وہ اسے ضرور اتار دے۔ لہٰذا میں نے اس کو ناپسند کیا کہ

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

روایتوں میں ان دونوں طرح کی تماثیل کے بارے میں کراہت کا اظہار کیا گیا ہے۔

تاریخی مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ تماثیل کی یہ تنصیب بالعموم اصنام کی تکریم اور مشرکانہ مراسم انجام دینے کے لیے کی جاتی تھی۔ لوگ اپنے گھروں کی دیواروں، ستونوں، طاقوں اور دروازوں پر ایسے پردے لٹکاتے تھے جن میں ان اصنام کی تصویریں نقش ہوتی تھیں اور ان کے مجسموں اور ان سے منسوب پتھروں کو حجروں، صحنوں، چھتوں اور گلی کوچوں میں نصب کرتے تھے۔ وہ ان کا تقرب اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ان کے آگے نذرانے پیش کرتے اور عبودیت کے جذبے کے ساتھ سر نیاز ان کے آگے جھکاتے تھے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منصوب تماثیل کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ صحابۂ کرام کے حوالے سے بھی روایتوں میں یہی بات بیان ہوئی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں منصوب تماثیل کو ناپسند کرتے تھے:

عن عكرمة قال كانوا يكرهون ما نصب من التماثيل نصبا ولا يرون بما وطئته الأقدام بأسا. (سنن البیہقی الکبری، رقم ۱۴۳۵۸)

''عکرمہ سے روایت ہے کہ صحابۂ کرام نصب شدہ تماثیل کو ناپسند کرتے تھے اور وہ جو پاؤں تلے روندی جاتیں (اہانت کی جگہ پر ہوتیں) ان میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے تھے۔''

ثنا ليث قال دخلت على سالم بن عبد الله وهو متكئ على وسادة فيها تماثيل طير ووحش فقلت أليس يكره هذا قال لا انما يكره ما نصب نصبا. (مسند احمد، رقم ۶۳۲۶)

''ہم سے لیث نے بیان کیا: انھوں نے کہا کہ میں سالم بن عبد اللہ کے پاس گیا تو وہ ایک ایسے تکیے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے جس میں پرندوں اور جانوروں کی تصاویر تھیں تو میں نے ان سے کہا کہ کیا ان کو ناپسند نہیں کیا گیا ہے۔ تو انھوں نے کہا کہ صرف ان کو ناپسند کیا گیا ہے جو نصب کی گئی ہوں۔''

ہم گناہ کی حالت میں رات گزاریں۔ چنانچہ ہم اپنی چادر کی طرف گئے اور میں نے اس کو اتار دیا۔ محمد نے کہا کہ صحابہ ایسی تصویروں کو جو روندی جائیں یا بچھائی گئی ہوں، نصب کی گئی تصویروں جیسا نہیں سمجھتے تھے۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

صلیب کی تصویر کی شناعت

عن عائشة رضی اللّٰہ عنہا ان النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم لم یکن یترک فی بیتہ شیئاً فیہ تصالیب الا نقضہ. (بخاری، رقم ۵۹۵۲)

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں موجود ہر اس چیز کو توڑ دیتے جس پر صلیب (کی تصویر) بنی ہوتی۔''

اس روایت میں بیان ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر اس چیز کو توڑ دیتے جس پر صلیب کی تصویر بنی ہوتی۔ صلیب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کیے جانے کی علامت ہے۔ نصاریٰ کے ہاں اس کی حیثیت ایک متبرک اور مقدس شے کی تھی۔ اس وجہ سے انھوں نے اس کے ساتھ بعض مشرکانہ مراسم وابستہ کر رکھے تھے۔ وہ تقدیس اور تبریک کی غرض سے اس کی شبیہیں بناتے اور اس کے نقوش مختلف اشیا پر رقم کرتے تھے:

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

والصلیب، من اھم المصطلحات المعروفة عند النصاریٰ، لاعتقادھم بصلب المسیح علیہ، حتی صار رمزاً للنصرانیة. وصاروا یعلقونہ علی اعناقھم تبرکاً و تیمناً بہ، وینصبونہ فوق منائر کنائسھم وقبابھا، لیکون علامة علی متعبد النصاری. وقد اقسموا بہ . وقد عرف المسلمون تمسک النصاری بہ، واتخاذھم لہ شعاراً، حتی کان بعضھم یرسم علی

''صلیب نصاریٰ کے ہاں، ان کے اس عقیدے کی وجہ سے کہ حضرت مسیح کو اس پر مصلوب کیا گیا تھا، معروف اور اہم اصطلاحات میں سے ہے۔ یہاں تک کہ یہ نصرانیت کی علامت بن گئی اور وہ اسے اپنے گلوں میں برکت حاصل کرنے کے لیے لٹکانے لگے۔ اور وہ اسے اپنے گرجوں کے مناروں اور گنبدوں پر نصب کرنے لگے تا کہ یہ نصاریٰ کے معبد کی نشانی بن جائے۔ اور وہ اس کی قسم بھی کھاتے۔ مسلمان نصاریٰ کی اس کے ساتھ وابستگی سے اچھی طرح واقف تھے یہاں تک کہ نصاریٰ میں سے بعض لوگ اس کو اپنی پیشانیوں پر نقش کراتے تھے۔ وہ اس کو چومتے

جبهته، وكانوا يلثمونه ويتمسحون به تبركاً ويزينون صدورهم به.

(المفصل فی تاریخ العرب، جواد علی ۶/۶۷۷)

اور برکت کے لیے اس کو چھوتے اور اپنے سینوں کو اس سے مزین کرتے تھے۔''

بعض روایتوں میں ہے کہ ایک موقع پر جب نجران کے دو راہب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے تین ایسی چیزوں کی نشان دہی فرمائی جو ان کے قبول اسلام کی راہ میں رکاوٹ تھیں۔ انھی میں سے ایک چیز صلیب کی عبادت بھی تھی:

يمنعكما من الاسلام: دعاؤ كما لله عزوجل ولدا، وعبادتكما الصليب، واكلكما الخنزير.

(تفسیر طبری ۳/۱۹۲)

''تم دونوں کو اسلام سے تین چیزوں نے روکا ہوا ہے۔ تمھارا یہ کہنا کہ اللہ کا ایک بیٹا ہے، صلیب کی عبادت کرنا اور سور کھانا۔''

یہی وجہ ہے کہ ایک موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صلیب کو 'وثن' یعنی 'بت' سے تعبیر کیا:

عن عدی بن حاتم قال: اتيت النبی صلی الله عليه وسلم وفی عنقی صليب من ذهب فقال: يا عدی اطرح عنك هذه الوثن.

(ترمذی، رقم ۳۰۲۰)

''عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میرے گلے میں سونے کی صلیب لٹکی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا: اے عدی، اس 'وثن' کو اپنے اوپر سے اتار پھینکو۔''

اس تفصیل سے واضح ہے کہ صلیب کی تصویر بھی درحقیقت مشرکانہ مراسم سے متعلق تھی اور اسی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر اس چیز کو توڑ دیتے جس پر صلیب کی تصویر بنی ہوتی۔

اہل کلیسا اور تصویروں کی شناعت

عن عائشة ان ام حبيبة و ام سلمة ذكرتا كنيسة راينها بالحبشة فيها تصاوير، فذكرتا لرسول الله صلی الله عليه وسلم. فقال رسول الله

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

صلى الله عليه وسلم؛ ان اولئك اذا كان فيهم الرجل الصالح، فمات بنوا على قبره مسجدا وصوروا فيه تلك الصور فاولئك شرار الخلق عند الله يوم القيامة. (بخاری، رقم ۴۱۷، مسلم، رقم ۵۲۸)

''عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک کنیسہ[48] کے بارے میں بیان کیا جس میں تصاویر تھیں اور جسے انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا۔ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِن (عیسائیوں) میں جب کوئی نیک آدمی مر جاتا تو یہ اُس کی قبر پر مسجد بنا دیتے اور اُس مسجد میں یہ خاص تصاویر بناتے تھے۔ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ کے ہاں بدترین مخلوق قرار پائیں گے۔''

اس روایت سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

o ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسے کنیسہ کا ذکر کیا جس میں تصاویر تھیں۔

o نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن کر فرمایا کہ جب اہل کلیسا میں سے کوئی صالح شخص دنیا سے رخصت ہوتا تو وہ اس کی قبر پر اپنی عبادت گاہ تعمیر کرتے اور اس میں یہ خاص تصویریں بناتے تھے۔

o پھر آپ نے فرمایا کہ قبروں پر عبادت گاہیں تعمیر کرنے والے اور ان میں تصویریں بنانے والے یہ لوگ قیامت میں بدترین مخلوق قرار پائیں گے۔

اس روایت میں تصویریں بنانے کی شناعت کو بیان کرنے کے لیے 'تلك الصور' یعنی ''یہ تصویریں'' کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ ان سے واضح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مخصوص تصویروں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ قرین قیاس یہ ہے کہ یہاں سیدنا عیسیٰ اور سیدہ مریم علیہما السلام کی تصویریں مراد ہیں۔ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ نصاریٰ ان کی تصویروں اور مجسموں سے اپنے کلیساؤں کو مزین کرتے تھے۔ غالباً انھی کے زیر اثر مشرکین عرب نے بھی بیت اللہ کی دیواروں پر ان برگزیدہ

---

[48] عیسائیوں کی عبادت گاہ۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ہستیوں کی تصویریں بنائیں۔ ڈاکٹر جواد علی کلیساؤں اور بیت اللہ میں ان کی تصویروں کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وقد كانت الكنائس مزينة بالتماثيل والصور، تمثل حوادث الكتاب المقدس وحياة المسيح ... وان صور الانبياء وصورة عيسىٰ وامه مريم التی ذكر الاخباريون انها كانت مرسومة على جدار الكعبة ...هی دليل على اثر النصرانية فی مكة.

(المفصل فی تاریخ العرب ۶/۶۵۰، ۶۶۶)

''کلیسا تصویروں اور مجسموں سے مزین ہوتے تھے۔ یہ (تصویریں اور مجسمے) کتاب مقدس کے واقعات اور سیدنا مسیح علیہ السلام کی زندگی کا منظر پیش کرتے تھے ... انبیا علیہم السلام، حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ حضرت مریم کی تصاویر جن کے بارے میں مورخین نے ذکر کیا ہے کہ وہ کعبہ کی دیواروں پر نقش تھیں... یہ چیز مکہ میں نصرانیوں کے اثر کی دلیل ہے۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

سیدنا عیسیٰ اور سیدہ مریم علیہا السلام کے بارے میں نصاریٰ چونکہ الوہیت کے تصورات رکھتے تھے جو ظاہر ہے کہ شرک اور مشرکانہ مراسم کو مستلزم ہیں، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تماثیل بنانے پر آخرت کے عذاب کا اعلان فرمایا[۴۹]۔

تصویر کی پرستش کرنے والوں کے لیے وعید

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يجمع الله الناس

[۴۹] اس روایت میں 'تلك الصور' کے الفاظ کا مصداق سیدنا عیسیٰ اور سیدہ مریم علیہا السلام کی تصاویر کے بجائے 'الرجل الصالح' کے الفاظ کی روشنی میں ''مرنے والے نیک لوگوں کی تصاویر'' کو بھی قرار دیا جا سکتا ہے، مگر اس سے ہمارے اس نقطۂ نظر میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا کہ یہ روایت اصلاً مشرکانہ تماثیل کی شناعت کو بیان کر رہی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ انسانوں کا عام طریقہ ہے کہ جب ان کا کوئی پارسا آدمی دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو اکثر اوقات اس کی تکریم اس کی زندگی سے بھی زیادہ ہو جاتی اور اس کی قبر مرجع خلائق بن جاتی ہے۔ یہ چیز، ظاہر ہے کہ مشرکانہ مراسم کی بنیاد بنتی اور غیر اللہ کی عبادت اور پرستش کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔

يوم القيامة فى صعيد واحد ثم يطلع عليهم رب العالمين فيقول الا يتبع كل انسان ما كانوا يعبدونه فيمثل لصاحب الصليب صليبه ولصاحب التصاوير تصاويره ولصاحب النار ناره فيتبعون ما كانوا يعبدون.

(ترمذی، رقم ۲۵۵۷)

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب لوگوں کو ایک بڑے میدان میں جمع کریں گے۔ پھر پروردگار عالم ان کی طرف متوجہ ہوں گے اور فرمائیں گے: کیوں نہ ایسا ہو کہ ہر شخص اسی چیز کے پیچھے چلے جس کی وہ پوجا کرتا تھا۔ پھر صلیب کے پجاری کے لیے اس کی صلیب، تصاویر کے پجاری کے لیے اس کی تصاویر اور آگ کے پجاری کے لیے اس کی آگ مجسم کر دی جائے گی۔ پھر سب لوگ اپنے اپنے معبودوں کے پیچھے چلیں گے۔''

اس روایت میں حسب ذیل باتیں بیان ہوئی ہیں:

- قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام انسان ایک بڑے میدان میں جمع ہوں گے۔
- پھر اللہ تعالیٰ ظاہر ہوں گے اور انسانوں کو اپنے اپنے معبودوں کی پیروی میں چلنے کا حکم دیں گے۔
- اس کے بعد صلیب، تصویر اور آگ جیسی معبود بنائی جانے والی مادی اشیا کو مجسم صورت دے دی جائے گی۔
- پھر سب لوگ اپنے اپنے معبود کی پیروی میں چلیں گے۔

اس روایت میں ان تین مادی اشیا کا ذکر ہوا ہے جن کی اہل جاہلیت پرستش کیا کرتے تھے۔ اہل کلیسا صلیب کو بتوں کی طرح پوجتے تھے، بعض گروہ آگ کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے[50] اور بعض قبائل تصاویر کی پرستش کرتے تھے[51]۔ روایت کے الفاظ 'فيتبعون ما كانوا يعبدون' سے واضح ہے کہ یہاں صلیب، آگ اور تصاویر کی شناعت سرتاسر ان کی عبادت کے پہلو سے ہے۔

۵۰؎ بنی تمیم کے بعض لوگ آگ کی پرستش کرتے تھے۔ (لسان العرب ۶/ ۶۹۳)

۵۱؎ تصاویر سے مراد یہاں محض رنگ و روغن سے بنی ہوئی تصویریں نہیں ہیں، بلکہ یہ یہاں تماثیل کے مترادف کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ یہاں اس سے مراد مجسمے، شبیہیں، نقوش اور تصویریں ہیں۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

اپنی جنس کے لحاظ سے ان کے مباح ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے[52]۔ چنانچہ یہاں صرف انھی تصاویر کی شناعت بیان ہوئی جنھیں مشرکانہ مقاصد کے تحت بنایا جاتا تھا۔ اسی روایت کے ایک طریق میں تصاویر کے بجائے اوثان اور اصنام کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو مشرکانہ تماثیل کے لیے خاص ہیں۔ ان سے اسی بات کی تصدیق ہوتی ہے:

عن ابی سعید الخدری قال النبی ... یجمع اللّٰہ الناس یوم القیامة فی صعید واحد قال فیقال من کان یعبد شیئا فلیتبعه قال فیتبع الذین کانوا یعبدون الشمس الشمس فیتساقطون فی النار ویتبع الذین کانوا یعبدون القمر القمر فیتساقطون فی النار و یتبع الذین کانوا یعبدون الاوثان الاوثان والذین کانوا یعبدون الاصنام الاصنام فیتساقطون فی النار قال و کل من کان یعبد من دون اللّٰه حتی یتساقطون فی النار. (مسند احمد، رقم ۱۰۷۴۳)

''ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:... اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب لوگوں کو ایک بڑے میدان میں جمع کرے گا۔ آپ نے فرمایا: پھر کہا جائے گا، ہر آدمی اپنے معبود کی پیروی کرے۔ چنانچہ سورج کے پجاری سورج کی پیروی کریں گے، تو وہ آگ میں پے در پے جا گریں گے اور چاند کے پجاری چاند کی پیروی کریں گے اور آگ میں پے در پے جا گریں گے اور اوثان (تماثیل) کو پوجنے والے اوثان کی اور اصنام (تماثیل) کو پوجنے والے اصنام کی، پس یہ پے در پے آگ میں جا گریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کے سوا، ہر وہ (چیز) جس کی عبادت کی جاتی تھی (وہ اپنے پیرووں کو لے کر چلے گی) حتیٰ کہ وہ آگ میں جا گریں گے۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۵۲؎ چنانچہ اگر کوئی شخص اس روایت سے تصاویر کی علی الاطلاق حرمت کا حکم اخذ کرتا ہے تو پھر اس کے لیے لازم ہے کہ وہ یہی حکم صلیب اور آگ کے لیے بھی اخذ کرے۔ واضح رہے کہ آلۂ سزائے قتل ہونے کے اعتبار سے صلیب کی اباحت قرآن مجید سے بھی منصوص ہے۔

بیت اللہ سے تصویروں کو مٹانے اور مجسموں کو نکالنے کا حکم

۱۔ عن ابن عباس ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لما رأی الصور فی البیت لم یدخل حتی امر بها فمحیت. (بخاری، رقم ۳۳۵۲)

۲۔ عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما قال ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لما قدم ابی ان یدخل البیت و فیه الالهة فامر بها فاخرجت فاخرجوا صورة ابراهیم و اسماعیل. (بخاری، رقم ۱۶۰۱)

۱۔ ''ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (فتح مکہ کے موقع پر) جب بیت اللہ میں تصاویر دیکھیں تو آپ اس میں داخل نہیں ہوئے، یہاں تک کہ وہ آپ کے حکم سے مٹا دی گئیں۔''

۲۔ ''ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب (مکہ میں) آئے تو آپ نے 'آلهة' (باطل معبودوں) کی موجودگی میں بیت اللہ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ آپ نے انھیں نکال دینے کا حکم دیا، چنانچہ وہ نکال دیے گئے۔ (اس موقع پر) لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کے مجسمے بھی نکالے۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

یہ فتح مکہ کے موقع کی روایتیں ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر بیت اللہ سے تصویروں کو مٹانے اور مجسموں کو نکالنے کا حکم دیا[۵۳] اور آپ اس وقت تک اندر داخل نہیں ہوئے جب تک اللہ کے گھر کو ان سے پاک نہیں کر دیا گیا۔

احادیث اور تاریخ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ کی دیواروں اور ستونوں پر تصویریں بنی ہوئی تھیں اور لکڑی، پتھر اور دھات وغیرہ سے بنے ہوئے مجسمے اس کے اندر مختلف مقامات پر نصب تھے۔ یہ تماثیل ملائکہ، انبیا اور بعض دوسرے انسانوں سے منسوب تھیں۔ ان میں حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی تماثیل بھی

۵۳؎ ان روایتوں کے الفاظ 'الصور' اور 'صورة' ہی سے واضح ہے کہ ان سے تصویریں اور مجسمے، دونوں مراد ہیں، تاہم 'محیت' اور 'اخرجت' کے افعال سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ یہاں تصویروں کے ساتھ ساتھ مجسمے بھی مراد ہیں۔

موجود تھیں:

وزوقوا سقفها وجدرانها من بطنها ودعايمها وجعلوا فی دعايمها صور الأنبياء، وصور الشجر، وصور الملائكة فكان فيها صورة ابراهيم خليل الرحمٰن شيخ يستقسم بالازلام، وصورة عيسى بن مريم وأمه، وصورة الملائكة عليهم السلام اجمعين.

''اورانھوں نے کعبہ کی چھت، دیواروں، صحن اورستونوں میں نقش ونگار کیا اوراس کے ستونوں میں انبیا، درختوں، اور فرشتوں کی تصویریں بنائیں۔ ان میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی تصویر بھی تھی، اس حال میں کہ وہ تیروں پر فال کھول رہے تھے اور حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ حضرت مریم کی تصویر بھی تھی اور فرشتوں کی تصویریں بھی تھیں۔''

(اخبار مکہ ۱/۱۶۵)

بیت اللہ میں موجود ان بتوں کی تعداد ۳۶۰ بیان کی جاتی ہے۔ یہ سب کے سب مجسمے نہیں تھے، بلکہ ان میں تصویریں بھی شامل تھیں۔ سید سلیمان ندوی ''تاریخ ارض القرآن'' میں لکھتے ہیں:

''خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت تھے، یہ کل پتھر کی مورتیں نہ تھیں کہ اتنی تعداد تو کعبہ کی وسعت میں سما بھی نہیں سکتی تھی، بلکہ ان میں خاصی تعداد رنگین تصاویر کی تھی، دیواروں پر بزرگوں اور دیوتاؤں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ چونکہ کعبہ تمام عرب کا مرکز تھا، اس لیے ہر فرقہ کے معبود اور بزرگان دین کا اس گھر میں مجمع تھا، چنانچہ بتوں کو چھوڑ کر خانہ کعبہ کی دیواروں پر حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت مسیح اور حضرت مریم کی تصویریں تھیں، اس لیے کعبہ کے یہودیوں، اسماعیلی عربوں اور عیسائیوں کے لیے بھی مرجع القلوب بننے کا دعویٰ سمجھا جا سکتا ہے۔'' (۴۷۸)

فتح مکہ کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ نے ان تمام تماثیل کو ختم کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس مقصد سے آپ نے بعض اصحاب کو زم زم کا پانی لا کر انھیں مٹانے کا حکم دیا، بعض کو یہ ارشاد فرمایا کہ ان پر زعفران مل دیں اور بعض کو انھیں گرانے اور توڑنے کا حکم دیا:

فلما كان يوم فتح مكة دخل رسول الله (ص) فأرسل الفضل

''فتح مکہ کے دن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ نے فضل بن عباس بن

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

بن العباس بن عبد المطلب فجاء بمـاء زمزم ثـم أمـر بثوب وأمر بطمس تلك الصور، فطمست.

(اخبار مکہ ۱/۱۶۵)

عبدالمطلب کو بھیجا جو زمزم کا پانی لے کر آئے۔ پھر آپ نے ایک کپڑا منگوایا اور ان تصویروں کو مٹانے کا حکم دیا۔ چنانچہ ان تصویروں کو مٹا دیا گیا۔''

عـن مسافع بن شيبة عن ابيه شيبة قـال دخل رسول اللّٰه الكعبة فصلى ركعتين فراى فيها تصاوير فـقـال يا شيبة اكفنى هذه فاشتد ذلك على شيبة فقال له رجل من اهل فـارس ان شئـت طليتها ولطختها بزعفران ففعل.

(المعجم الکبیر، رقم ۷۱۹۳)

''مسافع اپنے والد شیبہ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر آپ نے وہاں کچھ تصاویر دیکھیں تو آپ نے کہا: اے شیبہ ان کو مٹا دو تو شیبہ کو یہ مشکل لگا۔ ان میں سے فارس کے ایک آدمی نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں ان پر زعفران مل دوں؟ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔''

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تماثیل کو ختم کرنے کے عمل میں آپ خود بھی شریک ہوئے:

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حدثنا على قال انطلقت مع رسول اللّٰه ليلا حتى اتينا الكعبة فقال لى اجلس فجلست فصعد رسول اللّٰه على منكبى ثم نهضت به فلما راى ضعفى تحته قال اجلس فجلست فنزل رسول اللّٰه وجلس لى فقال اصعد الى منكبى ثم صعدت عليه ثم نهض بى حتى انه ليخيل الى انى لو شئت نلت أفق السماء وصعدت

''حضرت علی نے ہم سے بیان کیا ہے کہ میں ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا، یہاں تک کہ ہم خانہ کعبہ پہنچ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا کہ بیٹھ جاؤ، چنانچہ میں بیٹھ گیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے کندھے پر چڑھ گئے۔ پھر میں ان کو لے کر کھڑا ہو گیا تو جب انھوں نے اپنے نیچے میری کمزوری کو محسوس کیا تو مجھے بیٹھنے کو کہا تو میں بیٹھ گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتر گئے اور میرے لیے بیٹھ گئے اور کہا کہ میرے کندھے پر چڑھ جاؤ پھر میں آپ کے

علـى البيـت فـأتيت صنم قريش وهـو تـمثـال رجـل من صفر او نـحـاس فـلـم ازال أعـالجه يمينا وشـمـالا وبين يديه وخلفه حتى استـمـكنت منه قال ورسول اللّٰه يـقـول هيه هيه وانا اعالجه فقال لـى اقـذفـه فـقـذفته فتكسر كما تكسر القوارير. (ابی یعلی، رقم ۲۹۲)

کندھے پر چڑھ گیا اور آپ مجھے لے کر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ مجھے یہ خیال ہوا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کے کنارے تک پہنچ سکتا ہوں اور میں کعبہ پر چڑھ گیا اور قریش کے بت کے پاس پہنچ گیا جو پیتل یا تانبے سے بنا ہوا ایک انسانی مجسمہ تھا۔ اور میں (اس کو اس کی جگہ سے ہلانے کے لیے) اس کو دائیں سے بائیں اور آگے سے پیچھے (ہٹانے کی) تگ و دو کرنے لگا۔ یہاں تک کہ میں اس پر قادر ہو گیا۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ جب میں اس کو ہٹانے کی تگ و دو کر رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے رہے: چلو، توڑ دو، ہاں توڑ دو۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اس کو نیچے پھینک دو تو میں نے اس کو پھینک دیا تو وہ ایسے ٹوٹ گیا جیسے شیشہ ٹوٹتا ہے۔''

عـن صـفية بنت شيبة : قالت لما اطـمأن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسـلم عام الفتح طاف على بعير يستـلـم الـركن بمحجن بيده ثم دخـل الـكعبة فوجد فيها حمامة عيدان فكسرها ثم قام على باب الكعبة فرمى بها وانا انظره.

(ابن ماجہ، رقم ۲۹۴۷)

''صفیہ بنت شیبہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب ذرا پُرسکون ہوئے، تو آپ نے اونٹ پر سوار ہو کر حجرِ اَسود کا اس لکڑی سے استلام کیا، جو آپ کے ہاتھ میں تھی۔ پھر آپ کعبہ میں داخل ہوئے، آپ نے وہاں لکڑی کی بنی ہوئی ایک کبوتری دیکھی تو آپ نے اسے توڑ دیا اور پھر آپ کعبے کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور اسے پھینک دیا اور میں اس وقت آپ (کے اس سارے عمل) کو دیکھ رہی تھی[۵۴]۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

یہ بات معلوم و معروف ہے کہ ان تماثیل کو مٹانے کا اصل سبب ان کا مشرکانہ عقائد اور مراسم سے وابستہ ہونا ہے[۵۵]۔ درج بالا بخاری کی روایت میں 'آلھۃ' کے لفظ سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے۔ یعنی یہ تصویریں اور مجسمے درحقیقت وہ تماثیل تھیں جو پرستش کے لیے مختص تھیں۔ یہی وجہ ہے

۵۴؎ کبوتری کا مجسمہ توڑنے کے اس واقعے کو اگر درج بالا روایتوں کے تناظر میں دیکھا جائے تو قرین قیاس یہی ہے کہ اس کا تعلق بھی مشرکانہ مظاہر سے ہو گا۔

۵۵؎ بعض روایتوں میں یہ بات نقل ہوئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں موجود تصویروں کو مٹانے کے حکم سے سیدہ مریم اور سیدنا عیسیٰ علیہما السلام کی تصویروں کو مستثنیٰ رکھا اور اس مقصد کے لیے آپ نے اپنے ہاتھ ان تصویروں پر رکھ دیے۔ یہ بات کسی طور پر درست تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ ازرقی نے اپنی کتاب ''اخبار مکہ'' میں اس پر نہایت مفصل تنقید کی ہے اور دوسری روایتوں کی روشنی میں اسے غلط قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو تصویروں کو باقی رکھنے کا حکم دیا ہو، جبکہ جابر کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا جب وہ بطحا میں تھے کہ وہ کعبہ جائیں اور اس میں موجود تمام تصویروں کو مٹا دیں اور اس وقت تک اس میں داخل نہ ہوں، جب تک کہ تمام تصویریں مٹا نہ دیں۔ اور عمر ہی وہ شخص ہیں جنھوں نے ان کو باہر نکالا جیسا کہ فتح الباری میں ہے اور آگے اس کتاب میں بھی آئے گا۔ اور انھوں نے الفتح میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر ہی ہیں جنھوں نے oily paintings کو مٹا دیا اور مخروطوں کو باہر نکالا دیا۔ ازرقی علی المواہی اور حدیث جابر میں ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابراہیم کی تصویر کو چھوڑ دیا تو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے تو آپ نے اس تصویر کو دیکھا اور حضرت عمر سے کہا کیا میں نے تم کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ کسی تصویر کو بھی نہیں چھوڑنا اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرے گا جنھوں نے ان کی تصویر بنائی، اس حال میں کہ وہ تیروں پر فال کھول رہے تھے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مریم کی تصویر دیکھی اور فرمایا کہ یہاں پر موجود ہر تصویر کو مٹا دو، اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے جنگ کرے گا جو ایسی چیزوں کی تصویریں بناتے ہیں جن کو انھوں نے پیدا نہیں کیا۔ وہ الفتح میں بیان کرتے ہیں کہ اسامہ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ نے کچھ تصویریں دیکھیں۔ آپ نے پانی منگوایا اور ان کو مٹانا شروع کر دیا۔ اور یہ اس بات پر محمول ہے کہ یہ باقی رہ جانے والی وہ تصویریں تھیں جو اس شخص سے پوشیدہ رہ گئی تھیں جس نے سب سے پہلے ان تصویروں کو مٹایا۔ ابن عائذ سعید بن عبدالعزیز سے بیان

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

کہ بعض روایتوں میں ان تماثیل کے لیے 'صنم' کا لفظ نقل ہوا ہے جس کے معنی ہی پوجے جانے والے مجسمے کے ہیں۔

مسلم کی ایک روایت میں ان کے لیے صنم کا لفظ استعمال ہوا ہے اور یہ بیان ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے بت کی آنکھ میں کمان ماری جس کی پرستش کی جاتی تھی۔

قال و اقبل رسول اللّٰه حتی اقبل	''انھوں نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الی الحجر فاستلمه ثم طاف	تشریف لائے، یہاں تک کہ حجر اسود کے پاس

کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی تصویر بھی باقی رہ گئی تھی۔ یہاں تک کہ ان کی تصویر کو غسان کے بعض نصاریٰ نے دیکھا، جو اسلام لائے تھے۔... پھر جب ابن زبیر نے کعبہ کو ڈھایا تو ان دونوں کو مٹا دیا گیا اور ان کا کوئی نشان تک باقی نہ رہا۔ عمر بن شیبہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابو عاصم نے اور انھوں نے ابن جریج سے بیان کیا کہ سلیمان بن موسیٰ نے عطا سے پوچھا کہ کیا آپ نے کعبہ میں تصویریں دیکھیں تو انھوں نے جواب دیا، ہاں، میں نے وہاں حضرت مریم کی تصویر دیکھی، اس حال میں کہ ان کی گود میں ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ تھے۔ اور یہ درمیان والے ستون میں تھی جو کہ دروازے کے ساتھ تھا۔ انھوں نے پوچھا یہ کب مٹائی گئی تو انھوں نے جواب دیا جب کعبہ میں آگ لگی اور اس کے ساتھ ابن جریج سے روایت ہے کہ مجھ سے ابن دینار نے بیان کیا کہ ان تک یہ بات پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ میں موجود تصویروں کو مٹانے کا حکم دیا۔ یہ سند صحیح ہے اور عبدالرحمٰن بن مہران والی سند سے وہ عمیر مولی بن عباس سے وہ اسامہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ نے ان کو پانی لانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ پانی کا ایک ڈول لے آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے کو پانی سے بھگویا۔ آپ اس کپڑے کو ان تصویروں پر پھیرتے جاتے اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے جنگ کرے گا جو ایسی چیزوں کی تصویریں بناتے ہیں جن کو انھوں نے پیدا نہیں کیا۔ ابن ابی شیبہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے اپنی تہبندیں اتارلیں اور ڈول پکڑ لیے اور زمزم کے کنوئیں سے پانی بھر بھر کر کعبہ کو باہر اور اندر سے دھویا اور مشرکین کے کسی نشان کو باقی نہ چھوڑا اور اس کو دھو دیا۔ تو ہوسکتا ہے کہ حضرت مریم کی تصویر اس دھونے سے نہ مٹی ہو۔ کلام الزرقانی علی المواہب۔ اور تم اس ساری بات سے یہ جان گئے ہو کہ اس اضافے کے بطلان پر یہ سب سے مضبوط شہادت ہے۔ اللہ بزرگ و برتر اور سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔'' (اخبار مکہ ۱/۱۶۵)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

بالبيت قال فأتى على صنم الى
جنب البيت كانوا يعبدونه قال
وفى يد رسول اللّٰه قوس وهو
آخذ بسية القوس فلما أتى على
الصنم جعل يطعنه فى عينه
ويقول جاء الحق وزهق الباطل.
(رقم ۱۷۸۰)

پہنچے اور اس کو چھوا، پھر خانہ کعبہ کا طواف کیا (اگرچہ آپ احرام سے نہ تھے، کیونکہ آپ کے سر پر خود تھا) پھر ایک بت کے پاس آئے جو کعبہ کے پہلو میں رکھا تھا اور لوگ اس کی پوجا کرتے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں کمان تھی۔ آپ اس کا کونا اس کی آنکھ میں کونچنے لگے اور فرمانے لگے حق آیا اور باطل مٹ گیا۔‘‘

ابن حبان کی روایت میں نقل ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ میں داخل ہوئے تو اس وقت وہاں پر ۳۶۰ صنم تھے۔ آپ نے انھیں چھڑی ماری:

عن عبداللّٰه قال دخل النبى
المسجد وحوله ثلاث وستون
صنما فجعل يطعنها بعود كان
معه ويقول جاء الحق وزهق
الباطل ان الباطل كان زهوقا.
(رقم ۵۸۶۲)

’’عبد اللہ سے روایت ہے انھوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے تو اس وقت اس کے گرد ۳۶۰ بت تھے۔ آپ انھیں اس چھڑی سے مارنے لگے جو آپ کے پاس تھی اور فرمانے لگے کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک، باطل کو مٹنا ہی تھا۔‘‘

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

مسلم اور ابن حبان کی درج بالا روایتوں میں ’جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا‘ یعنی ’’حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا‘‘ کے الفاظ بھی اسی بات کی تصریح کرتے ہیں کہ یہاں باطل خداؤں کا انہدام مقصود ہے، تماثیل اپنی نوع کے اعتبار سے یہاں زیر بحث ہی نہیں ہیں۔

تماثیل اور قبروں کو مٹانے کا حکم

عن ابى الهياج الاسدى قال قال لى على بن ابى طالب الا ابعثك

علی ما بعثنی علیه رسول اللّٰہ ان لا تدع تمثالاً الا طمسته ولا قبراً مشرفاً الا سویته. (مسلم، رقم ۹۶۹)

''ابی الہیاج اسدی بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تمھیں اس مہم پر نہ بھیجوں جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا؟ یعنی یہ کہ کوئی تمثال نہ چھوڑو، مگر یہ کہ اس کو مٹا دو اور کوئی بلند قبر نہ چھوڑو، مگر یہ کہ اس کو زمین کے برابر کر دو۔''

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دو احکام دے کر روانہ کیا تھا:

ایک یہ کہ ہر تمثال یعنی تصویر اور مجسمے کو مٹا دیا جائے۔

دوسرے یہ کہ ہر بلند قبر کو سطح زمین کے برابر کر دیا جائے۔

اس روایت میں تمثال کو مٹانے اور قبر کو برابر کرنے کے دونوں حکم باہم متصل بیان ہوئے ہیں، اس بنا پر ان میں کسی مشترک علت کا ہونا قرین حقیقت ہے۔ چنانچہ تمثال کو مٹا دینے کے حکم کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ قبر کو برابر کرنے کے حکم کی علت معلوم کی جائے۔ بلند قبروں کو ہموار کر دینے کا سبب ان کے ساتھ مشرکانہ مراسم کا وابستہ ہونا ہے۔ حدیث اور تاریخ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے موقع پر عرب اپنے بزرگوں کی قبروں کی پرستش کرتے تھے۔ وہ یہ تصور رکھتے تھے کہ ان کے اندر زندہ روحیں موجود ہیں جو عقل و شعور رکھتی ہیں، ان کی داد و فریاد کو سنتی ہیں اور انھیں نفع و نقصان پہنچانے کی پوری صلاحیت رکھتی ہیں۔ ڈاکٹر جواد علی لکھتے ہیں:

ان المشرکین کانوا یقدسون قبور اسلافهم، ویتقربون الیها، لزعمهم أنهم أحیاء، لهم أرواح، تعی وتسمع وتدرك، تفرح وتغضب وتجیب، وتنفع وتضر. (المفصل فی تاریخ العرب ۶/۱۴۲)	''مشرکین اپنے اسلاف کی قبروں کو مقدس جانتے تھے اور ان کا تقرب حاصل کرتے تھے۔ اپنے اس گمان کی وجہ سے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کی ارواح ہیں جو سنتی ہیں، شعور رکھتی ہیں، خوش ہوتی ہیں، غصہ کرتی ہیں، جواب دیتی ہیں، نفع و نقصان پہنچاتی ہیں۔''
وقد عظم بعض أهل الجاهلیة	''بعض اہل جاہلیت اپنے سرداروں کی قبروں

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

قبـور ســاداتهـم ورؤسـائهـم واتـخـذوهـا أضرحة يزورونهـا ويتـقـربـون اليهـا ويتبركون بها، وقـد بـلـغ مـن بعضهم ان جعلها حمى وملاذا من دخل اليها أمن، ومـن لـجـأ اليهـا وكان محتاجا أغيـث، ومـن طـلـب العـون واستغاث بصاحب القبر أغيث، حتى صارت فى منزلة المعابد. ومـنهـا أضرحة السدنة والكهان وسادات القبائل.

(المفصل فی تاریخ العرب ۴۴۸/۶)

کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ انھوں نے ان قبروں کو مزار بنا لیا تھا جن کی وہ زیارت کرتے، اور ان سے تقرب اور برکت حاصل کرتے تھے۔ ان میں سے بعض نے ان کو پناہ گاہیں بنا لیا جو بھی اس میں پناہ چاہنے کے لیے داخل ہوتا تو اس کو پناہ دی جاتی اور جو بھی محتاجی کی حالت میں اس کی پناہ لیتا، اس کی مدد کی جاتی۔ اور جو بھی صاحب قبر سے مدد طلب کرتا تو اس کی مدد کی جاتی، یہاں تک کہ یہ قبریں معابد بن گئیں اور ان میں سے بعض خادموں، کاہنوں اور قبیلوں کے سرداروں کے مزار تھے۔“

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

قبر پرستی کا یہی وہ پس منظر ہے جس کی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر گنبد بنانے، انھیں مشرکانہ مراسم کی غرض سے پختہ کرنے، انھیں مسجد کا مقام دینے اور ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا:

عـن جابر رضي الله عنه قال نهى رسـول الـله صلى الله عليه وسلم ان يـجـصص القبر وان يعقد عليه وان يبنى عليه. (مسلم، رقم ۹۷۰)

”جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ قبروں کو پختہ کیا جائے اور اس سے کہ لوگ ان پر بیٹھیں اور اس سے کہ ان پر گنبد بنائیں۔“

الا مـن كـان قبـلـكـم كـانـوا يتـخـذون قبـور انبيـائهـم وصـالحيهم مساجد انى انهاكم عن ذالك. (مسلم، رقم ۵۳۲)

”(نبی کریم کا ارشاد ہے) خبردار رہو، تم سے پہلے لوگ اپنے پیغمبروں اور نیک لوگوں کی قبروں کو مسجد بنا لیتے تھے۔ (کہیں تم قبروں کو مسجد نہ بنانا) میں تم کو اس بات سے منع کرتا ہوں۔“

عـن ابى مرثد الغنوى رضى الله

”ابومرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

عـنـه قـال قـال رسول اللّٰه صلى اللّٰـه عليه وسلم لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا اليها.

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو اور ان کی طرف رخ کر کے نماز نہ پڑھو۔''

(مسلم، رقم ۹۷۲)

ان روایتوں سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ بلند قبروں کو ہموار کر دینے کا سبب درحقیقت ان کے ساتھ مشرکانہ مراسم کا وابستہ ہونا ہے۔ تمثال کو مٹانے کے حکم کا بھی یہی سبب ہے۔ تماثیل کے حوالے سے گزشتہ مباحث میں درج تاریخی تفصیلات سے یہ بات ہر لحاظ سے متعین ہو گئی ہے کہ مشرکین عرب نے تماثیل کے ساتھ مشرکانہ تصورات قائم کر رکھے تھے اور انھیں بت پرستی کے سب سے بڑے مظہر کی حیثیت حاصل تھی۔ چنانچہ 'تمثال کو مٹانے' کا حکم درحقیقت پوجے جانے والے بتوں اور ان کی شبیہوں اور تصویروں کو مٹانے کا حکم ہے۔ اس بات کی تصدیق اسی روایت کے بعض دوسرے طرق سے بھی ہوتی ہے۔ مسند احمد میں اسی روایت میں تمثال کے بجائے 'صنم' کا لفظ استعمال ہوا ہے جو پوجی جانے والی تماثیل کے ساتھ خاص ہے:

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

عـن جـريـر بن حيان عن ابيه ان عـليـا رضـى الـلّٰه عنه قال ابعثك فيـمـا بعثنى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عـلـيـه وسلم امرنى ان اسوى كل قبر و اطمس كل صنم. (رقم ۶۸۳)

''جریر بن حیان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا علی نے فرمایا: میں تم کو ایسے کام کے لیے بھیجتا ہوں جس کے لیے مجھے رسول اللہ نے بھیجا تھا۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر قبر کو زمین کے برابر کر دوں اور ہر بت کو مٹا دوں۔''

مسند ابی یعلیٰ میں وہ واقعہ نقل ہوا ہے جس کا حوالہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مذکورہ روایت میں دیا ہے۔ اس میں قبر کو ہموار کرنے اور تصویر کو مٹانے کے حکم کے ساتھ 'ولا وثـنـا الا كسرتـه' ''کوئی بت نہ چھوڑوں، مگر اس کو توڑ دوں'' کے الفاظ بھی روایت ہوئے ہیں۔ وثن کا لفظ صنم کا ہم معنی ہے اور ان تماثیل کے لیے مخصوص ہے جن کی پرستش کی جاتی تھی:

عن على قال خرج رسول اللّٰه فى جـنـازة فقال ألا رجل يذهب الى

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازے کے لیے نکلے

المدينة فلا يدع قبرا الا سواه ولا صورة الا طلخها ولا وثنا الا كسره فقام رجل وهاب أهل المدينة فقام علی فقال أنا یارسول اللّٰه قال فذهب ثم جاء فقال يا رسول اللّٰه لم آتك حتى لم أدع فيها قبرا الا سويته ولا صورة الا لطختها ولا وثنا الا كسرته قال من عاد الى صنعة شيء منه فقد كفر بما انزل على محمد. (مسند ابی یعلیٰ، رقم ۵۰۶)	تو آپ نے فرمایا کیا کوئی آدمی ایسا نہیں جو مدینہ کی طرف جائے اور وہاں پر کوئی قبر نہ چھوڑے، مگر اسے زمین کے برابر کر دے اور کوئی تصویر نہ چھوڑے، مگر اسے مٹا دے اور کوئی بت نہ چھوڑے، مگر اسے توڑ دے۔ اس پر ایک آدمی اٹھا، لیکن اہل مدینہ کے (متوقع) ردعمل سے خوف زدہ ہو گیا۔ پھر حضرت علی کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں (جاؤں گا)، اے اللہ کے رسول۔ انھوں نے بیان کیا کہ وہ گئے اور پھر (کچھ عرصے بعد) واپس آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول، میں آپ کے پاس نہیں آیا، یہاں تک کہ میں نے ہر قبر کو زمین کے برابر کر دیا اور ہر تصویر کو مٹا دیا اور ہر بت کو توڑ دیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی نے اب ان چیزوں میں سے دوبارہ کوئی چیز بنائی تو اس نے اس چیز کا انکار کیا جو محمد پر نازل ہوئی ہے۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشرکانہ تماثیل مٹانے کے اس حکم کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں بھی نافذ رکھا۔ مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے اس مکان کو جلا دیا جس میں تماثیل کی پرستش کی جاتی تھی:

عن ايوب بن نعمان قال شهدت عليا فی الرحبة وجاء رجل فقال يا أمير المومنين أن هاهنا أهل بيت لهم وثن فی دارهم يعبدونه فقام علی يمشی حتى انتهى الى	''ایوب بن نعمان سے روایت ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ میں حضرت علی کے پاس (مسجد کوفہ کے باہر) کھلے میدان میں موجود تھا تو ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: اے امیر المومنین، یہاں ایک گھر میں لوگوں نے بت رکھا ہوا ہے

الدار فأمرهم فدخلوا فأخرجوا له تمثال رخام فألهب على الدار.
(رقم ۲۹۰۰۴)

جس کی وہ پرستش کرتے ہیں۔ حضرت علی اٹھے اور چل پڑے، یہاں تک کہ اس گھر تک پہنچ گئے۔ (وہاں پہنچ کر) آپ نے (ان کو مجسمہ باہر لانے کا) حکم دیا۔ وہ اندر گئے اور آپ کے سامنے سنگ مرمر کا ایک مجسمہ نکال لائے۔ پھر آپ نے اس گھر کو جلا دیا۔''

اس تفصیل سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن تماثیل اور تصاویر کو مٹانے کا حکم دیا وہ درحقیقت اوثان اور اصنام اور ان کی تصویریں تھیں اور یہ وہ خاص تماثیل تھیں جن کی عربوں کے ہاں پرستش کی جاتی تھی۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ساجد حمید

صبر کیا ہے، اسے کیسے حاصل کریں؟

(۵)

عہد معاہدہ

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

صبر کے مواقع میں سے ایک اہم معاملہ عہد کے ایفا کرنے کا ہے۔ عہد ہم لوگوں سے بھی کرتے ہیں اور خدا کے ساتھ بھی ہمارے معاہدے ہیں۔ ہم سب انسانوں نے خدا سے کچھ معاہدات کیے ہیں۔ جیسے:

۱۔ عہد الست یہ عہد ربوبیت ہے۔ جس میں ہم نے اللہ سے عہد باندھا تھا کہ آپ ہمارے رب ہیں۔ ہم زندگی بھر اس عہد پر قائم رہیں گے۔ اچھے برے حالات میں ہم اس معاہدے کو نبھائیں گے۔ (الاعراف ۷:۱۷۲)

۲۔ دوسرا عہد عہد نبوت کا ہے۔ اس میں اللہ نے ہم سے عہد لیا تھا کہ میری طرف سے آنے والی ہدایت کو قبول کرنا۔ اس کا ساتھ دینا اور اسے اپنانا تو میں تمھیں ایسی زندگی دوں گا جس میں نہ کوئی غم ہوگا اور نہ کوئی حزن۔ (البقرہ ۲:۳۸)

۳۔ تیسرا عہد عہد امانت ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا کی خلافت بخشی ہے۔ ہمیں اس امانت کو سونپ کر ہمارا امتحان لیا جانا مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب کے آخر (۳۳:۷۲) میں اس عہد کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ہم نے یہ عہد جب پہاڑوں اور دیگر مخلوقات کے سامنے رکھا تو وہ اس ذمہ داری کا احساس کر کے کانپ اٹھے۔

ان معاہدوں پر قائم رہنا ہماری ذمہ داری ہے۔ اگر ہم نے ان عہدوں کو وفا کیا تو یہی صبر ہے۔

اسی طرح اس دنیا میں کاروبار کرتے ہوئے، قومی و ملی کام سرانجام دیتے ہوئے، شادی بیاہ اور دیگر عائلی

معاملات کرتے ہوئے ہم لوگوں کے ساتھ عہد باندھتے ہیں۔مگران سب میں سے ایک بڑی اکثریت عہد پورے نہیں کرتی۔شادی کے بعد بیوی پر ظلم اس عہد کی خلاف ورزی ہے جو ہم خدا کی آیات پڑھ کر باندھتے ہیں۔اس کا حق مہرادا نہ کرنا اسی عہد کی خلاف ورزی ہے۔اس کے کھانے پینے اور رہنے کے لیے اپنی استطاعت کے مطابق گھر نہ لے کر دینا اس عہد کی خلاف ورزی ہے۔ساس کے مظالم سے اسے نہ بچانا شوہر کی طرف سے اس عہد کی خلاف ورزی ہے۔

ایک عہد ہمارے رشتہ سے بندھتا ہے۔وہ ہمارے والدین کا حق ہے۔یہ ایسا ہی حق ہے جیسا اللہ کا حق ہے اس لیے کہ اس نے ہمیں پیدا کیا ہے اور والدین نے ہمیں جنم دیا ہے بالخصوص والدہ کا حق ہے۔(البقرہ۲:۸۳) یہ دونوں اگر چاہتے تو اس وقت ہمارا گلا دبا کر مار ڈالتے جب ہم ایک پانی کا قطرہ بھی اپنے منہ میں نہ ڈال سکتے تھے۔لیکن انھوں نے ہمیں پالا پوسا ہے۔بڑا کیا ہے۔اس تعلق کی بنا پر ان کے اور ہمارے درمیان ایک عزت واحترام کا رشتہ بنتا ہے۔ ہمیں چاروناچار ان کی عزت کرنی ہے۔ان کے بارے میں قرآن نے یہ کہا ہے کہ ان کی سختیوں پر بھی انھیں اونہہ تک بھی نہ کہو۔(بنی اسرائیل ۱۷:۲۳)

انھی والدین کی طرف سے ہمارے کچھ رشتے وجود میں آتے ہیں۔ان سے بھی والدین کی خاطر ہی ہمارا تعلق حسن سلوک کا بنتا ہے۔ادب واحترام اور حسن سلوک میں والدین کے بعد ان کا درجہ آتا ہے۔ان کے ساتھ ہمارا یہ تعلق صلہ رحمی کہلاتا ہے۔اس عہد کو بھی ہمیں پورا کرنا ہے۔

انھی والدین کے ذریعے سے ہمارا ایک رشتہ آدم وحوا سے بنتا ہے۔اور ان کے رشتے سے ساری دنیا کے انسان ہمارے بھائی ہیں۔قرآن مجید یہ کہتا ہے کہ ان سب کے ساتھ اور کچھ نہیں تو بھلی بات کرو۔(بنی اسرائیل ۱۷:۲۳)

بنی نوع انسان کے ساتھ ہمارا ایک اور بہت ہی گہرا تعلق خدا کی مخلوق ہونے کے ناتے بنتا ہے۔یہ تعلق یہ ہے کہ ساری دنیا کے انسان ہمارے رب ہی کی مخلوق ہیں اور ان کا پروردگار وہی ہے۔اسی نے ان کو پیدا کیا ہے اور وہی ان کا نگران ہے۔وہ ان میں کسی کے ساتھ ظلم کو برداشت نہیں کرتا۔جس نے ایسا کیا وہ قیامت کے دن اس سے حساب لے گا۔

غرض یہ کہ بہت سارے عہد ہیں جو ہمارے ذمہ ہیں۔ان میں سے کچھ وہ ہیں جو ہم خود باندھتے ہیں، کچھ وہ ہیں جن میں ہم خدا سے اور لوگوں سے بندھے ہوئے ہیں۔ان سب کو پورا کرنا ہی صبر ہے۔خواہ حالات کیسے ہوں۔ ان سب کا رویہ ہمارے ساتھ کیسا ہی ہو۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

انسانوں کے ساتھ ہمارا تعلق

انسانوں کے ساتھ ہمارا تعلق یہ ہے کہ ہمیں ان کا ساتھ دینا ہے۔ یہ ساتھ دو طرح سے ہے، ایک یہ کہ انھیں ہماری ضرورت ہو تو ہم ان کے کام آئیں، ان کے کچھ حقوق ہم پر عائد ہوتے ہوں تو وہ پورے کریں۔ (حدیث) دوسرے یہ کہ اگر وہ غلط چلنے لگیں تو ان کو روکیں انھیں حق بات کی نصیحت کریں اور حق پر قائم رہنے کی نصیحت کریں۔ (سورۂ عصر)

عدل

ہماری اجتماعی زندگی میں عدل ایک نہایت ہی اہم چیز ہے۔ اس پر قائم رہنا نہ صرف دینی فریضہ ہے، بلکہ انسانی زندگی کے انفرادی اور اجتماعی معاملات میں ایک نہایت ہی بڑی قدر Value ہے۔ انسانوں کی بسائی ہوئی کوئی تہذیب ایسی نہیں ہے جس میں عدل کسی نہ کسی طرح موجود نہ رہا ہو۔

دین اسلام میں بھی یہ ایک بڑی قدر کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں اس کو اتنی ہی کم حیثیت حاصل ہے، جتنی زیادہ اسلام میں اسے اہمیت دی جاتی ہے۔ قرآن مجید نے سورۂ آل عمران (۳:۱۸) کے آغاز میں اسے ایک نہایت ہی اہم اور بنیادی مطالبہ کی طرح سے پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سارے مقامات میں اس حکم کے مختلف پہلو واضح کیے ہیں۔ اجتماعی زندگی میں عدل تقویٰ کی انتہا ہے۔ اگر آدمی اجتماعی زندگی میں عدل پر قائم نہیں ہے تو وہ جان لے کہ متقی نہیں ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ:

۱۔ تم عدل کرو خواہ اپنے عزیزوں کے خلاف ہی عدل کیوں نہ کرنا پڑے۔ (الانعام ۶:۱۵۲)

۲۔ کسی کی دشمنی بھی تمھیں عدل کرنے سے نہ روکے۔ (المائدہ ۵:۸)

۳۔ عدل کرو اس لیے کہ تقویٰ کا عمل یہی ہے۔ (المائدہ ۵:۸)

۴۔ اللہ قائم بالقسط ہے۔ (آل عمران ۳:۱۸)

۵۔ اللہ نے ایک میزان قائم کر رکھی ہے۔ اور تم بھی اے لوگو میزان کو سیدھا رکھو۔ (الرحمٰن ۵۵: ۷۔۸)

ہماری گھریلو زندگی ہو یا گھر سے باہر کی ہر جگہ ہمیں عدل کرنا پڑتا ہے۔ کبھی ہماری والدہ اور ہماری بیوی کے درمیان، کبھی میاں اور بیوی کے درمیان، کبھی بھائی اور بھائی کے درمیان، کبھی ہمسائے اور ہمسائے کے درمیان، کبھی ماں باپ اور اولاد کے درمیان اور کبھی بیٹے اور بیٹی کے درمیان مگر ہم اس میں بہت کوتاہی کرتے ہیں۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

ایک عام کوتاہی

سب سے بڑی کوتاہی تو ہم سے یہ ہوتی ہے کہ بالعموم ایک فریق کی بات سن کر دوسرے کے بارے میں رائے قائم کر لیتے ہیں اور پھر اسے عام کرتے پھرتے ہیں۔ یا اس کے لحاظ سے اس کے ساتھ معاملات کرنے لگ جاتے ہیں جو کہ اصلاً غلط ہے۔ کسی کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے پہلے خواہ وہ چہرے پر ملال لانے کا عمل ہو، محض سنی سنائی باتوں کی بنا پر نہیں ہونا چاہیے۔

اس ضمن میں قرآن مجید نے ہمیں یہ ہدایت دی ہے کہ کسی کے خلاف اقدام کرنے سے پہلے ناگزیر ہے کہ تم تحقیق خبر کر لو۔ (سورۂ حجرات) کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ان کے خلاف اقدام کرو اور وہ بے قصور ہوں اور پھر تمھیں شرمندگی ہو یا کوئی اور نقصان اٹھانا پڑ جائے۔

عدل ہماری زندگی میں اس لیے بھی ضروری ہے کہ یہ ہماری تعمیر ملت میں نہایت اہم حیثیت رکھتا ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری ملت یا قوم دنیا کی اچھی اقوام میں شامل ہو۔ یا یہ ترقی کرے اور بام عروج کو پہنچے تو اس کے لیے لازمی شرط یہی ہے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی معاملات میں عدل کریں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

گھر میں بچوں سے لے کر حکومت میں دشمنوں سے معاملہ کرنے تک ہر ہر موقع پر ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم عدل کریں۔ یہ ہم سے زندگی کے ہر موڑ پر ہر طرح کے حالات میں مطلوب ہے۔ ایسا کرتے رہنا عدل کے مطالبے میں صبر ہے۔

اعلیٰ اخلاق

اخلاقی رویہ میدان عمل کی طرح ایک ذہنی عمل بھی ہے۔ اس کی مثال ایمان اور اسلام کی سی ہے۔ ایمان قلبی چیز ہے اور اسلام اس کے مطابق زندگی گزارنے کا نام ہے۔ ٹھیک ایسا ہی معاملہ اخلاق کا ہے۔ اس کا ایک حصہ ذہنی و فکری ہے اور دوسرا حصہ عملی ہے۔ عملی لحاظ سے شریعت کا تقاضا ہر شخص پر واضح ہے۔ یعنی یہ کہ آدمی درج ذیل امور کا خیال رکھے:

۱۔ لین دین میں دیانت داری

۲۔ معاملات زندگی میں انصاف پسندی

۳۔ ملنے جلنے میں قول حسن پر عمل

ذہنی اخلاق کے معنی یہ ہیں کہ آدمی:

۱۔نیت کا مثبت ہونا

۲۔ ہر چیز کو مثبت رخ سے دیکھنا

۳۔اپنی نگہ داری

پہلی دو چیزوں کی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے، تیسری چیز جس کی وضاحت ہونی چاہیے، وہ یہ ہے کہ ہم لوگوں کے ساتھ قول حسن اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ، وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا. (البقرہ۲:۸۳)

''اور یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو گے، والدین کے ساتھ احسان کرو گے، قرابت داروں، یتیموں، اور مسکینوں کو (ان کا حق دو گے) اور (ان کے علاوہ) لوگوں سے بھلی بات کرو۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اس آیت سے درج ذیل اخلاقی احکام سامنے آتے ہیں:

۱۔اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانا۔

۲۔اللہ کے اس حق کو ادا کرنے کے بعد دوسری اہم چیز والدین سے حسن سلوک کرنا۔

۳۔حق داروں کا حق ادا کرنا، جیسے رشتہ دار، یتیم اور مسکین۔

۴۔عام لوگ جو نہ رشتہ دار ہیں، اور نہ یتیم و مسکین ہیں، ان کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا۔

یہ اخلاقی تقاضے عملی ہیں۔ ان پر قائم رہنا نہایت ضروری ہے۔ اور جو شخص ان پر اچھے برے حالات میں قائم رہے گا وہ اس میدان میں صابر آدمی ہے۔ یہاں چونکہ ہم عملی اخلاقیات تک محدود رہیں گے اس لیے دوسرے گروپ کے تینوں پہلو ہم آگے چل کر واضح کریں گے۔

(باقی)